چاند جاگتا ہے



مجموعۂ کلام

ڈاکٹر طارق انور باجوہ

چاند جاگتا ہے

مجموعۂ کلام

ڈاکٹر طارق انور باجوہ

کتاب : چاند جاگتا ہے (21)

﴿کلام ستمبر سنہ ۲۰۲۵ تا نومبر سنہ ۲۰۲۵﴾

شاعر : ڈاکٹر طارق انور باجوہ

ناشر : ڈاکٹر ریحانہ رحمٰن بٹ

سنِ اشاعت : ۲۰۲۵

ملنے کا پتہ :

55 Combemartin Road, London

SW18 5PP

bajwauk@hotmail.com

سرورق : عامر ملک

کمپوزیشن : نابغہ طاہر باجوہ

انتساب

مہدیِ آخر الزّمان کے نام

جن سے اسلام کی نشاۃِ ثانیہ وابستہ ہے، مسلمانوں کی ایک جماعت ان کو مان چکی اور باقی ان کے منتظر ہیں جن کی شاعری نے ہمیشہ مجھے متاثر کیا اور جن کا کہنا تھا کہ

کچھ شعر و شاعری سے اپنا نہیں تعلّق
اس ڈھب سے کوئی سمجھے ، بس مدّعا یہی ہے



ڈاکٹر طارق انور باجوہ

ترتیب

استادِ محترم کو نذرانۂ عقیدت

عشقِ خدا میں ڈوبی مجذوب شاعری ہے
استادِ محترم کی کیا خوب شاعری ہے

بارش سی ہے برستی مسکوب شاعری ہے
اشکوں سے جا ملی ہو ، مرطوب شاعری ہے

ترتیب دِہ روش میں اُسلوبِ شاعری ہے
خط ہے عقیدتوں کا ، مکتوب شاعری ہے

جامِ وصال جیسا ، مشروب شاعری ہے
الہام اور وحی سے منسوب شاعری ہے

طارق ترے کہے سے شاید کوئی سمجھ لے
مقصود کب سخن کب ، مطلوب شاعری ہے

قدسیہ نور فضا

پیش لفظ

ڈاکٹر طارق انور باجوہ اور "چاند جاگتا ہے"

" چاند جاگتا ہے "، ڈاکٹر طارق انور باجوہ کا اکیسواں مجموعۂ کلام ہے۔ اُس مختصر عرصہ میں جس کو آپ چار پانچ سال کہہ سکتے ہیں، اکیسواں مجموعۂ کلام منظرِ عام پر آ جانا ایک معجزہ ہی لگتا ہے۔ بجلی کی رَو کی طرح تیزی سے شعر کہنا ایک نعمتِ خداوندی ہے۔ اور پھر شاعری کو شائع بھی کر لینا ایک کمال ہی تو ہے۔

اس مجموعۂ کلام "چاند جاگتا ہے" میں ڈاکٹر طارق انور باجوہ نے اپنے محبوب اور اپنے چاند، اپنے مرشد کے اُس روحانی فیض کا ذکر کیا ہے، جس کی روحانی کرنوں نے انہیں منوّر کیا ہے۔ صرف انہیں ہی نہیں بلکہ ایک عالَم نے اُن سے روشنی پائی ہے اور روشنی پا رہا ہے۔

اپنے اس چاند کی عقیدت و محبّت اور ارادت میں ڈاکٹر طارق انور باجوہ صاحب ہر آن ڈوبے رہتے ہیں اور اپنی شاعری میں اس کا بہ بانگِ دُہل اظہار کرتے ہیں۔ لندن کی فضاؤں میں اپنے چاند کی شعاعوں سے مستفید ہو کر وہ اپنے کلام کو بقعۂ نُور بناتے ہیں اور اپنے ماحول کو اس سے رخشاں تر کر دیتے ہیں۔

ڈاکٹر طارق انور باجوہ صاحب کے اُسلوبِ بیان اور الفاظ و معانی میں اُن کا خلوص جھلکتا اور چھلکتا ہے۔ احساس کی خوشبو، تلازماتِ شاعری میں جدّت اور حدّت اپنی بہار دکھاتی ہے۔ روایت کا حسن اپنی رنگ آفرینی قائم و دائم رکھتا ہے۔ ادبی چاشنی اپنی چاشنی سے بہرہ ور کرتی چلی جاتی ہے۔

چند امثال کی تمثال داری دیکھئے:

سب جہاں اسرار کا اُس کا دکھائے آئینہ
آدمی بھی اپنے باطن میں اُسی کو پائے گا

عجب نہیں کہ تری آنکھ ہو گئی خِیرہ
رُخِ حبیب پہ تابانیاں تو ہوتی ہیں

بات کرتا رہا وہ آنکھوں سے
جیسے خوشبو گلاب میں کوئی

پت جھڑ کی کوئی رُت بھی اُس نے کہاں ہے دیکھی
اُس کی نظر میں ہر دم فصلِ بہار ہے جی

اے خدا ! ہے التجا ! ، اب امن کا سورج چڑھا
نفرتوں کا ہے دھؤاں گو آسماں ہے نیلگوں

خامُشی میں جو شور جاگا ہے
اُس کی انگڑائیوں سے ڈرتا ہوں

پتھروں میں گونجنے والی صدا ہے عشق، سُن !
خاک کے ذرّوں میں لِپٹا راستہ ہے عشق، سُن !

درِ جاناں پہ ادب شرطِ ارادت نکلی
دل کہے جاؤں ! مگر لب پہ ہے فرماں اُس کا

ڈاکٹر طارق انور باجوہ کی شاعری کے بارہ میں اُن کی ایک شاگرد نے بالکل سچ کہا ہے

ترتیب وہ روش میں اُسلوبِ شاعری ہے
خط ہے عقیدتوں کا مکتوب شاعری ہے

پروفیسر مبارک احمد عابدؔ
30.11.2025

اظہارِ تشکّر

الحمدللہ کہ اپنا اکیسواں شعری مجموعہ "چاند جاگتا ہے" پیش کرنے کی توفیق مل رہی ہے۔اس سے پہلے میرے اٹھار مجموعہ ہائے کلام کو جس طور سے پذیرائی ملی، اس کے لئے سب سے پہلے اپنے ربِّ کریم کا اور اس کے بعد فرداً فرداً تمام احباب کا تہہِ دل سے شکر گزار ہوں۔

جیسا کہ اپنی پہلی کتاب "لبِّ لباب" کی ابتدا میں، میں نے ذکر کیا تھا کہ ۱۸ مئی ۲۰۲۰، ۲۵ رمضان المبارک، کی رات حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالٰی کو اچانک چوٹ لگ جانے کی فکر میں دل پر گہرا اثر تھا۔ دُعا کر کے سویا تو خواب میں خود کو ایک لمبی نظم پڑھتے ہوئے پایا۔ آنکھ کُھلی تو احساس تھا کہ پوری نظم یاد ہے، ابھی لکھ لوں گا تاہم لکھنے بیٹھا تو نظم تو بھول گئی تھی، محض اس کی طرز یاد رہی تھی جس پر ایک نظم لکھ کر حضورِ انور کی خدمت میں بھجوا دی۔ لیکن اس وقت یہ احساس ہوا کہ اللہ تعالٰی نے جیسے شاعری سکھا دی ہے اور اب میں آسانی سے شعر کہہ پاؤں گا۔ چنانچہ اس کے بعد اللہ تعالٰی نے خود مدد کی اور رہنمائی فرمائی اور میں نے روزانہ ایک غزل یا نظم کہنا شروع کر دی۔

میرے ذہن میں قرآنِ کریم کی یہ آیت تھی کہ اللہ تعالٰی فرماتا ہے کہ تُو کہہ دے کہ اگر سمندر دواتیں بن جائیں تاکہ میرے رب کے کلمات لکھ سکیں تو وہ ختم ہو جائیں گے خواہ ویسے ہی سمندر دوبارہ لے آئیں لیکن تیرے رب کے کلمات ختم نہیں ہوں گے۔ تو اگر خدا تعالٰی کی کائنات پر غور کیا جائے تو ایک نظم تو روزانہ کہی جا سکتی ہے۔ اللہ کا فضل ہے کہ یہ سلسلہ ہنوز جاری ہے الحمدللہ

" لبِ لباب " میں میرا، دسمبر ۲۰۲۰ تک کا، سارا کلام شامل تھا۔ اس میں سے غزلیات کا حصّہ الگ کر کے "چاک دامانِ جنوں" کے نام سے شائع کیا گیا۔ میری تیسری کتاب، جس کا نام استاذِ المکرم پروفیسر مبارک احمد عابد صاحب نے از راہِ شفقت "ہم قدم دم بدم" تجویز فرمایا تھا، میں یکم جنوری ۲۰۲۱ سے ۳۱ مارچ ۲۰۲۱ تک کا کلام شامل تھا جو زیادہ تر غزلیات پر مشتمل ہے۔

"در آئینہ صفِ دوستاں" میں یکم اپریل ۲۰۲۱ سے لے کر ۳۰ جون ۲۰۲۱ تک کا کلام شامل کیا گیا۔ "نصیبِ چارہ گری" میں یکم جولائی ۲۰۲۱ سے ۳۰ ستمبر ۲۰۲۱ اور "بازگشت" میں یکم اکتوبر ۲۰۲۱ سے ۳۱ دسمبر ۲۰۲۱ تک کا کلام شامل ہوا۔ "پیتم بِن مَن سُونا" میں یکم جنوری ۲۰۲۲ سے ۳۱ مارچ ۲۰۲۲۔ آٹھویں مجموعہ میں یکم اپریل سے ۳۰ جون ۲۰۲۲ تک اور نویں "مجموعہ سرنامۂ نور" میں یکم جولائی ۲۰۲۲ سے ۳۰ ستمبر ۲۰۲۲ تک کا کلام شامل ہے۔۔ دسواں مجموعہ خلافت سے متعلّق کلام پر مشتمل ہے جبکہ "ایک اور ایک گیارہ" ا کتوبر ۲۰۲۲ سے لے کر اگست ۲۰۲۳ تک کے کلام پر مشتمل ہے۔ " بَرشِگالِ نُور "ستمبر ۲۰۲۳ سے لے کر دسمبر ۲۰۲۳ تک کے کلام پر مشتمل ہے۔ "گمان سے یقین تک" جنوری تا مارچ ۲۰۲۴ اور مجموعہ "رنگِ وفا دیکھو تو" اپریل تا جون ۲۰۲۴ کے کلام پر مشتمل ہے۔ "آئینہ ابرار کا" تیرھویں اور چودھویں مجموعے کی چنیدہ غزلیں ااور نظمیں ا لگ کر کے تیّار کی گئی ہے۔ اسی طرح سولھواں مجموعہ سخن سمندر تیرھویں اور چودھویں مجموعے کی صرف غزلوں پر مشتمل ہے۔ سترھواں مجموعہ "منّت کشِ دعا" جولائی ۲۰۲۴ سے دسمبر ۲۰۲۴ کے کلام پر مشتمل ہے۔ اٹھارواں مجموعہ "دھنک اجالے" جنوری ۲۰۲۵ سے مارچ ۲۰۲۵ کے کلام پر مشتمل ہے۔ انیسواں مجموعہ "پُر نور ہو سویرا" اپریل

۲۰۲۵ سے جون ۲۰۲۵ تک کے کلام پر مشتمل ہے۔ بیسواں مجموعہ "ثباتِ رنگ" جولائی ۲۰۲۵ سے ستمبر ۲۰۲۵ تک کے کلام پر مشتمل ہے۔ اور یہ اکیسواں مجموعہ "چاند جاگتا ہے" ستمبر ۲۰۲۵ سے نومبر ۲۰۲۵ تک کے کلام پر مشتمل ہے۔

دیگر مہربانوں کے ساتھ، محترم پروفیسر مبارک احمد عابد صاحب کا خصوصی شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں جو باقاعدگی سے میرا کلام دیکھ کر حسبِ ضرورت اصلاح بھی فرما دیتے ہیں۔ اس کتاب کا نام بھی ان کا ہی تجویز کردہ ہے۔ اور مجھے حیرت ہوتی ہے کہ کس قدر محنت کے ساتھ انہوں نے ایک ایک لفظ کا جائزہ لے کر اپنی مفصّل رائے کا اظہار فرمایا ہے۔

اس کے علاوہ میں اپنے ان اساتذہ اور دوستوں کا بھی شکر گزار ہوں جنہوں نے مجھے اس قابل سمجھا کہ وقت نکال کر اپنی رائے سے نوازا۔ مکرم و محترم پروفیسر مبارک احمد عابد صاحب نے ہر بار ایک خوبصورت پیش لفظ سے نوازا اور محترم عبد الشکور صاحب نے امریکہ سے، مبارک احمد صدیقی صاحب اور خاص طور پر مکرم طفیل عامر صاحب نے اپنی خصوصی آرا سے نوازا۔ ڈاکٹر منوّر احمد کنڈے صاحب نے حسبِ معمول کتاب پر نہ صرف رائے کا اظہار فرمایا بلکہ ہر دفعہ ایک خوبصورت نظم سے بھی نوازا۔ اللہ ان سب کو صحت و سلامتی والی لمبی زندگی سے نوازے اور احسن ترین جزا عطا فرمائے۔ آمین!

ڈاکٹر طارق انور باجوہ ۔ لندن

غزلیات

و

دیگر کلام

حمدیہ غزل

نقص اس کی ذات میں ہرگز نہ کوئی پائے گا
ڈھونڈنے نکلے گا خامی جو وہ منہ کی کھائے گا

ہر صدا، ہر حرف، ہر معنی میں اس کا عکس ہے
آنکھ کھلتے ہی اسی کا ذکر لب پر آئے گا

دل کی دنیا سے جو فطرت کی اٹھے گی روشنی
اس طرف لے جائے گی ، چہرہ جدھر وہ جائے گا

قطرے قطرے میں اسی دریائے قدرت کی نمود
آبشاروں کا سفر ان کو اُدھر ہی لائے گا

سبز پتوں میں، چمن کے رنگ و خوشبوؤں کے بیچ
اس کے جلووں سے یہ کرّہ، نُور میں نہلائے گا

ذرّے ذرّے پر نظر ڈالے اگر تُو غور سے
ایک اک ذرّہ اُسی ہستی تلک پہنچائے گا

خامشی بھی اس کے امرِ کُن کی اک تفسیر ہے
سارا عالَم اس کی ہی تقدیس کے گُن گائے گا

سب جہاں اَسرار کا ، اُس کا دکھائے آئینہ
آدمی بھی اپنے باطن میں اُسی کو پائے گا

یہ زمین و آسماں ، یہ کائنات اِس کی گواہ
اُس کا جلوہ ہر طرف بکھرا ہوا تُو پائے گا

طارقؔ اس کی حمد کے جتنے بھی رُخ آئے نظر
منہ جو اُس سے موڑ لے گا ،ظلم خود پر ڈھائے گا

❀❀❀

نعتیہ غزل

اسمِ احمد سے محبّت جو کوئی اپنائے گا
روزِ محشر اس تعلّق سے وہ بخشا جائے گا

ہر فضا، ہر روشنی، ہر دل میں اُس کا نور ہے
جو بھی دیکھے گا رخِ احمد، سب اُس میں پائے گا

چاند کی کرنیں ، ستاروں کی چمک بولے گی یوں
یہ جہاں حسنِ محمد سے حسیں کہلائے گا

نکہتِ طیبہ سے ہے معمور وہ بادِ صبا
ذکر جب آئے گا لب پر ، دل مہکتا جائے گا

جس نے اُس کے نام کی حرمت کو رکھا ہے عزیز
عرش سے رحمت کا سایہ اس کے سر پر آئے گا

گنبدِ خضرا پہ ٹک جائے گی جب تیری نظر
زندگی کا ہر اندھیرا نُور میں ڈھل جائے گا

وہ گلی کوچے مہکتے جائیں گے صدیوں تلک
جو درود اس پر پڑھے گا ، فیض اس کا پائے گا

آئنہ دل کا اگر ہو صاف تو یہ دیکھنا
مصطفیٰ کا اس میں چہرہ خود نظر آ جائے گا

کوئی دم اُس کے تبسم کا اثر پائے اگر
مسکراہٹ سب کے ہونٹوں پر اچانک لائے گا

نامِ احمد میں چھپا ہے زیست کی راحت کا راز
جو سلام اس پر پڑھے گا ، وہ خوشی ہی پائے گا

اس کی خوشبو سے مہکتی ہے مدینے کی زمیں
ہر کوئی طارقؔ اسی دھرتی پہ نعتیں گائے گا

❀❀❀

غزل

رات کے پچھلے پہر چاند چمکتا نکلا
یوں لگا ، اس میں مرا یار ہے ہنستا نکلا

میں نے جب زخمِ تمنّا کو دھنک میں باندھا
رنگ ہر درد کا شفقت میں ہی ڈھلتا نکلا

خاکِ ہستی میں کوئی خواہشِ گُم گَشتہ تھی
خود کو ڈھونڈا تو میں اندر سے سنبھلتا نکلا

سنگ کو دیکھ کے سوچا تھا صنم کا چہرہ
جب تراشا اسے شعلہ سا بھڑکتا نکلا

وقت نے پھول سے مہکی ہوئی خوشبو سے کہا
یہ سکوت ایسا ہے باتیں بھی جو کرتا نکلا

میں نے جلتے ہوئے حرفوں میں دعا لکھی تھی
میرے ہر حرف میں اک نُور دمکتا نکلا

خواب کی ریت پہ اک نام لکھا تھا دل نے
وقت کے ہاتھ سے وہ موج میں ڈھلتا نکلا

میں نے انکار کیا، دل نے مگر مان لیا
فیصلہ کر کے بہت پھولتا پھلتا نکلا

*کبکِ دل یا د کے تھا کنج میں بیٹھا کب سے
اُڑ کے ماضی کے کسی جال میں پھنستا نکلا

خونِ دل سے کوئی تصویر بنی تھی طارقؔ
دل کے آئینے میں وہ نقش ہی بنتا نکلا

*کَبک۔ چکور

غزل

دل کے خواب جلا کرتے ہیں جب آنکھوں کے بیچ
عشق کے پیچھے لگ جاتے ہیں دو دھاگوں کے بیچ

ذات کے صحرا میں رہتا ہے ایک سمندر سچ کا
زیست کی ناؤ کا رستہ ہے سب لہروں کے بیچ

زُہد کے کچے پھل ہوں ، جن کو ، آن پرندے کھائیں
صبر سے بیٹھا دل بے چارہ ہو باغوں کے بیچ

حسن ، تجلّی جب دکھلائے ، آنکھوں کو یوں لاگے
جیسے نُوری حرف لکھے ہوں سب خاکوں کے بیچ

قوسِ قزح ہو ، رنگِ حنا سے ہاتھ بھی ہوں رنگین
عشق کا داغ نمایاں ہو پھر سب داغوں کے بیچ

سچ کی خوشبو آنگن کو مہکانے پر مجبور
کون گلاب ہے بن کر آیا ان کانٹوں کے بیچ

میری یادوں کا محور جب تیرا کعبہ ٹھہرا
راگ وہاں پر اپنا گایا ، سب راگوں کے بیچ

میں تو اک قطرہ ہوں اور سمندر میں آ بیٹھا
موجیں کھیلیں جیسے میرے دو ہاتھوں کے بیچ

چھوٹا سا اک دید کا لمحہ ، وصل تلک لے جائے
وقت تعارف کروا دے پھر اَنجانوں کے بیچ

اک دوجے کی شہ پر مل کر گھر کی آگ جلائیں
پیار کا رشتہ کب ہوتا ہے انگاروں کے بیچ

طارقؔ دیواریں کاہے کو بیچ میں لائیں لوگ
اپنا گھر بھی تو ہوتا ہے دیواروں کے بیچ

❀❀❀

غزل

عشق کی بستی میں روشن ، نورِ عالَم ہے مرا
آئینے میں جب بھی اترا ، عکس پیہم ہے مرا

خلوتِ جاں میں صدا ہے، مثل اذکارِ حضور
ذکر میں ڈوبا ہوا یہ قدسِ مریم ہے مرا

تیرہ صحراؤں میں بھی نغمہ سنائی دے گیا
زخم دل کا بن گیا اب نَے کا موسم ہے مرا

جسم مٹی ، رُوح تو میری سراپا نور ہے
دشتِ جاں میں ایک خورشیدِ دو عالم ہے مرا

بے خودی میں میں ہوا ہوں سوز کا آئینہ دار
کیا تعجب ، جب محبت ہی کا پرچم ہے مرا

تیری آنکھوں کی قسم! تیرے لبوں کی داستاں
رازِ ہستی کا سراپا موجِ زمزم ہے مرا

دل کی بستی میں ترا چرچا نہیں چھپتا کبھی
زخم لگنے کے ہر اک منظر میں مرہم ہے مرا

زیست میں طارقؔ، رہا دونوں سے میرا واسطہ
پھول کانٹوں سے مسلسل ، ربط باہم ہے مرا

❁❁❁

غزل

رفاقتیں ہوں تو مَن مانیاں تو ہوتی ہیں
رہِ سلوک میں قربانیاں تو ہوتی ہیں

وصالِ حسن کی ہر موج بے خودی لائے
فراقِ دوست میں ویرانیاں تو ہوتی ہیں

حضورِ ذات کا در جب کھٹکتا رہتا ہے
صفائے دل میں بھی حیرانیاں تو ہوتی ہیں

وہ نور ، رنگِ تجلّی میں مست رکھتا ہے
فنا کی راہ پہ مہمانیاں تو ہوتی ہیں

جمالِ یار ہے دریا ، فقیر آنکھیں ہیں
سکونِ دل میں بھی طغیانیاں تو ہوتی ہیں

حیات بخش ہے ساقی کا جام مانا ، پر
خُمارِ عشق میں نادانیاں تو ہوتی ہیں

ذرا سا صبر ، اماوس کی تیرگی میں بھی
کہ روشنی کی فراوانیاں تو ہوتی ہیں

لقائے یار کے رستے میں بکھرے کانٹوں سے
مسافروں کو پریشانیاں تو ہوتی ہیں

غمِ حیات کے صحرا میں خوف کیا معنی؟
کہ زندگی کی بھی ارزانیاں تو ہوتی ہیں

نظر جو دل سے ملے، راز بھی ہیں کھل جاتے
کھُلیں تو دل کو پشیمانیاں تو ہوتی ہیں

عجب نہیں کہ تری آنکھ ہو گئی خِیرہ
رُخِ حبیب پہ تابانیاں تو ہوتی ہیں

گماں نہ کرنا کہ طارقؔ نے کر دیا جادو
جنوں میں سوختہ سامانیاں تو ہوتی ہیں

غزل

رہ نورد انساں ہے گرچہ وقتِ دوراں کے حضور
کھل گئے اسرارِ حق پر راہِ عرفاں کے حضور

اک تبسّم، اک نگاہِ لطف نے سب کچھ کیا
چاند بھی خم کھا گیا اُس نازِ نازاں کے حضور

دل کے اندر چُھپ گئی وحدت کی روشن آگہی
آنکھ کو جلوہ ملا اُس خاص ایماں کے حضور

زخمِ دل سے کھل گئے اسرارِ ہستی کے حجاب
پھول جب کھِلتے گئے اُس عشقِ پنہاں کے حضور

خواب کی تسکین ہے، جاں کی تڑپ بھی ساتھ ہے
دل کی ویرانی نکھر اُٹھی ہے جاناں کے حضور

کشف میں آیا عدم کا مختصر خاکہ مگر
آگئی ہے بے یقینی لطفِ ایقاں کے حضور

موج دریاؤں میں چلتی ہے بنا کر قافلہ
ہو تلاطم میں سمندر بھی تو وجداں کے حضور

حسنِ فطرت عہد کرتا ہے وفا کا تا ابد
وقت رکھتا ہے قدم اُس مہرِ تاباں کے حضور

مارگاہِ شوق میں ہے وصل کی وادی جدا
شمع بھی جل کر پڑی ہے نورِ سوزاں کے حضور

تیرگی ہو یا سحر، یہ سب اُسی کی ہیں عطا
اک نظر میں سب سمٹ جاتا ہے رحماں کے حضور

رنگِ ہستی دُور ہو کر حُسن کی سمت آ گیا
سب فنا ہو کر رہا ہے تیرے پیماں کے حضور

پیار بھی ہے، ذکرِ حق بھی، مستیِ عرفان بھی
یعنی طارقؔ مل گیا سب اُس کے فیضاں کے حضور

غزل

لبوں سے جو نکلا ، وہی ماجرا تھا
میں چپ تھا ، مگر بول بھی میں چُکا تھا
کہا اُس نے ، " کیا تُو گُماں کا پتہ تھا؟ "

مری خامشی میں بھی شورِ یقیں تھا
محبت فقط اک درونِ حزیں تھا
کہا اُس نے ، " کیا تُو کوئی المیہ تھا؟ "

بدن جاں سے پیچھے، نفس سے پرے
جو اک دُھند سی تھی ، وہ تُو ہی لگے
کہا اُس نے ، " کیا تُو کوئی مبتلا تھا؟ "

میں روتا رہا درمیاں خواب کے
کہ تھا ہجر میں ایک مہتاب کے
کہا اُس نے ، " کیا درد تیرا جُدا تھا؟ "

تری یاد نے جب اُفق چھو لیا
تو دل نے سبھی کچھ ہی کہلا دیا
کہا اُس نے ، ” کیا ترک اُس نے کِیا تھا؟ “

نہ مے ، نہ قبا ، نہ کوئی آستاں
فقط خاک میں گُم تھا تیرا نشاں
کہا اُس نے ، ” کیا وہ ترا قافلہ تھا؟ “

کِیا ترک سب ، اُس تلک آ گیا
محبت میں کُل کا درک آ گیا
کہا اُس نے ، ” کیا تُو بھی اس میں فنا تھا؟ “

تُو آیا تھا پل بھر ، مگر رہ گیا
وہی ایک لمحہ ٹھہر سا گیا
کہا اُس نے ، ” کیا وقت اتنا بُرا تھا؟ “

نہ منزل تھی کوئی ، نہ راحت ملی
محبت تھی ، بس ایک ساعت ملی
کہا اُس نے: ” کیا درد سے آشنا تھا ؟ “

میں بھٹکا تھا صحرا میں ، پیاسا بہت
مگر تیری آنکھوں سے برسا بہت
کہا اُس نے ، " کیا عشق کا تجربہ تھا؟ "

غزل

جوش، جذبہ اور جنوں کی انتہا بھی خواب میں
وصل کے امکاں دکھا گزرا خدا بھی خواب میں

رازِ دل ، نادیدہ سچ، اسرارِ کُن ، ظاہر ہوئے
عکس تیرا بے حجاب آیا ، گیا بھی خواب میں

وقت کے پرزے گرے ، انگشتِ مژگاں ، نور سے
کُو بہ کُو ہر جستجو میں تھی صبا بھی خواب میں

پردۂ امکاں ہٹا تو روشنی کا راز تھا
عشق کا دعویٰ تو لایا ، آشنا بھی خواب میں

وہم و تقویٰ کے سبھی مدھم چراغاں بجھ گئے
حلقۂ یاراں میں اک مستی سرا بھی خواب میں

دشتِ ہجراں میں درِ الہام روشن کر گیا
طائرِ دل، دُور سے لایا ضیا بھی خواب میں

خاک کا یہ جسم جب دریا کے پہلو میں گیا
آنکھ تھی آیاتِ یزداں کی حیا بھی خواب میں

ذکر میں جو گھومتی، موجِ تمنا بن گئی
چاندنی راتوں میں چھلکی تھی فضا بھی خواب میں

سرمئی ساعت میں ہو وجدِ محبت کا سماں
پھول کِھلتا ہے غزل سا، مدّعا بھی خواب میں

اک رمیدہ قافلہ راہوں میں رقصاں ہو گیا
عشق کا طارقؔ تھا جیسے رہنما بھی خواب میں

غزل

رات آیا تھا خواب میں کوئی
جیسے الفت کے باب میں کوئی

چاندنی تھی نقاب میں کوئی
بند سا تھا حجاب میں کوئی

بات کرتا رہا وہ آنکھوں سے
جیسے خوشبو گلاب میں کوئی

وصل کا یوں خمار باقی ہے
نشّہ جیسے شراب میں کوئی

اس کی قربت میں وقت یوں گزرا
زیست جیسے حباب میں کوئی

روح کو چین آ گیا یوں تو
سَر گہی کے رُباب میں کوئی

دھوپ میں بھی سکوں ملا ایسا
جیسے ٹھنڈک سحاب میں کوئی

روح پر نغمۂ سکوت آیا
راز جیسے کتاب میں کوئی

چشم اُس کی شعاعِ شبنم ہے
موج جیسے سراب میں کوئی

زخمِ دل نے بہار مانگی ہے
زندگی اضطراب میں کوئی

آرزو ہو گئی غبارِ نظر
وحشتِ بے حساب میں کوئی

طارقؔ اس شوخ کی مگر یادیں
نشّہ جیسے عناب میں کوئی

غزل(ب)

کیا لکھا ہے نصاب میں کوئی
یا کہ دل کی کتاب میں کوئی

دل نے خاموش یہ گواہی دی
کھو گیا ہے سراب میں کوئی

عشق کی پت جھڑوں میں بہتی ہے
بُوئے گل آفتاب میں کوئی

اس کی آنکھوں کا پوچھتے کیا ہو
چاندنی ماہتاب میں کوئی

زخمِ دل کے چراغ ، دینے لگے
روشنی ، اضطراب میں کوئی

آرزو لُٹ گئی اجالوں میں
داستاں کے شباب میں کوئی

یاد آئی وہ شام رخصت کی
تھا نہ لکھّا کتاب میں کوئی

چپ رہا پر یہ حال کہ ، جیسے
رو رہا ہو عذاب میں کوئی

ہم نے مانا وصال ممکن تھا
پر چھپا ہو حجاب میں کوئی

دل کو طارقؔ قرار کیا آئے
باقی جب ہو حساب میں کوئی

غزل

ازل سے میں تیری نگاہوں میں ہوں
خطر کیا کہ ، تیری پناہوں میں ہوں

محبت کا دریا بہایا ہے خود
روانی میں موجوں کی بانہوں میں ہوں

وفا کے تقاضے نبھاتا ہوں میں
ہمیشہ کھڑا تیری راہوں میں ہوں

ترے فیض سے دل کو راحت ملی
فقیری میں رہ کر بھی شاہوں میں ہوں

تری مسکراہٹ حسیں دلرُبا
ہوں خوشبو تری خواب گاہوں میں ہوں

تری قربتیں رہنما بن گئیں
گرفتار تیری ہی چاہوں میں ہوں

تری چاہتوں نے سنوارا مجھے
میں الفت کی سچی سپاہوں میں ہوں

فقط تو ہی منزل، فقط تو ، رفیق
محبت کی روشن نگاہوں میں ہوں

میں طارقؔ ہوں زلفوں کا تیری اسیر
خود اپنے مگر خیر خواہوں میں ہوں

❀❀❀

غزل

ہو مٹی کی خوشبو ، ہوا میں ہو تم
یہ کعبہ، یہ کالی قبا میں ہو تم

ہوا جو تمہارے خیالوں میں گم
کسی بھی سخی کی دَیا میں ہو تم

کہاں قیمتی وصل کی ہر گھڑی
کہاں اُس تبسّم ، حیا میں ہو تم

جو محوِ تجلّی ہوا درد میں
وہی طُور سی ہر ضیا میں ہو تم

جو سنتے ہو خاموش ہر آہ کو
تو مظلوم کی ہر دعا میں ہو تم

اسی راہ پر چل کے آیا ہوں میں
کہ محبوب کے نقشِ پا میں ہو تم

بدن میں جو چمکا، وہ نورِ وصال
کہ تقلیدِ ماہِ حرا میں ہو تم

کرشمہ تمہاری ہی قدرت کا میں
مری ابتدا ، انتہا میں ہو تم

بکھرتی ہے خوشبو گلوں کی جہاں
پرندوں کی خوش کُن صدا میں ہو تم

محبت کا دریا ہو اک بے کراں
وفا جس کی موجیں ، ادا میں ہو تم

نظر جب بھی ڈھونڈے خدا کا نشاں
تو آنکھوں کے اس آئینہ میں ہو تم

میں طارق طلب گارِ فضل و کرم
فقط اک ، مرے مدّعا میں ہو تم

غزل

تیرا وصال ڈھونڈوں ، تو ، انتظار ہے جی
عاشق جو ہوں ، تو ٹوٹا صبر و قرار ہے جی

مستور تھا ہزاروں پردوں میں ، لے گیا دل
پوشیدہ حسن تیرا ، اب آشکار ہے جی

وہ نُور، ہے نشانی ، فطرت کی روشنی کی
جلتا دیا ہے جس پر ، دل کا مزار ہے جی

گزری جو ہجرتوں میں ، اُس زیست کا گلہ کیا
لب پر ہے ذکر تیرا اور بار بار ہے جی

کالی گھٹا یوں ہر شب بے اختیار برسی
اشکوں میں بہہ کے نکلا دل کا غبار ہے جی

یہ عشق کی گواہی، ہے کون جو چھپائے
سینے پہ داغ جس کا ، میرا نِگار ہے جی

لب پر خوشی کے نغمے دل میں فراق کا غم
سادہ دلوں کا دیکھو یہ کاروبار ہے جی

پت جھڑ کی کوئی رُت بھی اس نے کہاں ہے دیکھی
اس کی نظر میں ہر دم فصلِ بہار ہے جی

احساں کہاں اتاریں ، یادوں میں وقت گزرے
وہ ذکر، میرے لب پر ، جاں کا مدار ہے جی

طارقؔ وہ آشنا ہے، اس سے کوئی چھپا ہے ؟
نگہِ کرم پہ اس کی سب ، انحصار ہے جی

غزل

تمہاری یاد کا موسم ، بہار لاتا ہے
سکون روح کا ، دل کا قرار لاتا ہے

جو دل سے دل کو ملاتا ہے وقت اک پل کا
وہ تیرہ شب میں سحر کا نکھار لاتا ہے

زہے نصیب نظر گر پڑی ہو مرشد کی
چراغِ شوق دلوں پر وقار لاتا ہے

جو لوگ دیکھ لیں اُس کو تو مر مٹیں اُس پر
دلوں میں بس کے وہ آنکھوں میں پیار لاتا ہے

سرورِ عشق میں ڈوبی ہوئی وفاؤں کا رنگ
وہ اپنے ساتھ کبھی یارِ غار لاتا ہے

کہیں ہے چاند کے اندر چھپا ہوا سورج
بدل بدل کے وہ لیل و نہار لاتا ہے

یہ علم و فن کا تصوّف سے ہے عجب رشتہ
سخن میں رنگِ صفا بار بار لاتا ہے

ترے فراق میں بستی ہے وصل کی خوشبو
تو دل کے پھول ، چمن صد ہزار لاتا ہے

میں سنگ راہ کا ، تیرے کرم سے پارس ہوں
مجھے جو چھُو لے وہ رخ پر نگار لاتا ہے

مسافتِ غمِ ہجراں سکون دیتی ہے
کہ وصل ساتھ کبھی اپنے دار لاتا ہے

میں کیسے اس پہ بھروسہ کروں کہ وہ طارقؔ
مجھے بھُلاتا ہے ، پھر اعتبار لاتا ہے

❀❀❀

غزل

محبّت میں خود کو فنا کر رہا تھا
تجلّی کا اک رنگ یوں آ گیا تھا

نہ تھا چاک دامن ، سلامت قبا تھی
تو کون ایسی مستی سمجھ پا رہا تھا؟

پھر آیا وہ دل کی گلی سے گزرتا
میں آنکھوں سے جس کو صدا دے رہا تھا

بدن خاک کا، روح مہتاب جیسی
تو سوچا، یہ رشتہ کہاں سے ملا تھا؟

ازل کی کہانی، ابد کی تمنّا
کبھی خود سے یہ بھی تو پوچھا گیا تھا؟

سرِ دار ہنستا رہا وہ مسلسل
محبت کا یوں امتحاں دے چکا تھا

تری دید کا کاسہ لے کر جو نکلا
ہر اک در پہ سجدہ ، نہیں پھر کیا تھا

نہ دنیا کی خواہش، نہ جنت کا سودا
تری یاد میں خود لُٹا سب دیا تھا

خدا کو بھی دیکھا تھا اس کی نظر میں
کہ دل اُس کی آنکھوں میں اُترا ہوا تھا

یہ طارقؔ ہوا، جب نگاہیں ملی تھیں
تھی پہلی نظر، اور میں ہارا ہوا تھا

❁❁❁

غزل

رنگ لائے گا مری معصومیت کا پاک خوں
خاک میں مل جائے گا دشمن کی دہشت کا جنوں

پھینکنے کا حکم کب دیتا ہے ، دیکھیں ، وہ عصا
اژدہا کھائے گا اک دن ، ساحروں کا سب فسوں

مضطرب کی سن رہا ہے وہ دعا ہو کر قریب
چین اک دن پائے گا دل ، روح پائے گی سکوں

سرخرو ہوں گے لہو کے رنگ سے سارے گلاب
چاہتا ہے سچ کسی دن جیت کے نغمے سنوں

سچ کی مشعل لے کے نکلے ہیں جو تاریکی کے بیچ
نور وہ ہوگا فروزاں جو ہمارے ہے دروں

خود گرے گی خوف کی دیوار کی ، اپنی اساس
تیرگی مجبور ہو کر جائے گی سمتِ زبوں

زخم کھا کر بھی رہا چہرہ مرا روشن مثال
عزم و ہمّت ہے عدو پر ، درد میں اپنے ہنسوں

ہر قدم پر امتحاں ہے، دل مگر محکم کھڑا
جس کے پہلو میں یقیں ہو ، دل کہے کیونکر ڈروں

وقت مٹنے دے نہ پائے گا مرے مقصد کا رنگ
میں وہ ہوں تحریر ، انمِٹ نقش جن پر میں چلوں

دھوپ میں بھی چل رہا ہوں صبر کے سائے تلے
ہے تمنّا تیرے حصّے کے بھی دکھ میں سہہ سکوں

جیت ان کی ہے جو رکتے ہی نہیں طوفان میں
دیکھنا ہوجائیں گے اک دن عدو سب سر نگوں

اے خدا ہے التجا ، اب امن کا سورج چڑھا
نفرتوں کا ہے دھواں ،گو آسماں ہے نیلگوں

ظلم و دہشت کا جو حملہ آج ربوہ میں ہوا
میرا جذب و جوش پہلے سے ہوا طارق فزوں

غزل

گاؤں میں پیڑ ، جو کی نقل مکانی ، سُوکھا !
شہر کی لگ کے ہوا، آنکھ کا پانی سُوکھا

وقت کے ساتھ زمانے کی ہیں قدریں بدلیں
عہد رشتوں کی ہوا کرتی نشانی ، سُوکھا

خشک ، بارش میں بھی رہتا ہے مرے دل کا یہ باغ
خشک ہونے کے بھی ہوتے ہیں معانی ، سُوکھا

کھا گئی کس کی نظر ، گھر کی مہک ، راتوں کی
گھر میں پودا تھا جو اک ، رات کی رانی ، سُوکھا

مل گئے آب رسانی کے ذرائع جو نئے
وہ کنواں تھا جو حویلی میں پرانی سُوکھا

خون کا پانی سے بڑھ کر وہ تعلّق ہے کہاں
وہ جو رشتوں کا تھا احساس زبانی ، سُوکھا

چاندنی رات میں گہری تھی وفاؤں کی ضیا
چاند پر خواب کی تعبیر کا پانی سُوکھا

ان کو شکوہ ہے مری بات مکمّل نہ ہوئی
کیسے بتلاؤں گلا کہتے کہانی ، سُوکھا

جن سے رشتہ تھا محبّت کا تو وہ قائم ہے
جن سے الفت کا تعلّق تھا زمانی ، سُوکھا

طارقؔ اب پنچھی بسیرا نہیں کرنے آتے
باغ جس میں تھے کبھی حسن جوانی ، سُوکھا

❀❀❀

غزل

نام چاہت میں تری ہم نے رکھایا کیا ہے؟
آتشِ ہجر سے سینے کو جلایا کیا ہے؟

ترکِ کُل ، ترکِ انا ، دل کو سکھایا تو نے
ہم نے الفت میں تری اور گنوایا کیا ہے؟

التجا آنکھ میں ، لب پر نہ صدا آئی کبھی
ذکر سے تیری سدا ، جاں کو بسایا کیا ہے؟

چھوڑ کر کعبہ پتہ پوچھا ہے کیا تیرا جنوں؟
اور سرِ دار ترا نام بتایا کیا ہے؟

تیرے ملنے سے ملا کُل ، تو نہ کھویا بھی ہے کچھ
تیرے ہونے میں وجود اپنا مٹایا کیا ہے؟

ترک کر کے ہی یہ دنیا تو ہے دی ہم نے صدا
در پہ جا کر ترے سر اپنا جھکایا کیا ہے؟

بزمِ دنیا میں تھی تنہائی تو ہم بجھ سے گئے
اک ترے ذکر سوا دل میں بسایا کیا ہے

آرزو وصل کی تھی اور ملا ہم کو فراق
تو نے جو دی ہے سزا ہم نے ستایا کیا ہے؟

بے خودی گریہ وفا اور یہ بے نام سا درد
عشق کی پہلی ہی منزل پہ یہ پایا کیا ہے؟

وہ رضا ہے وہ قضا ہے وہی منزل طارقؔ
مال و جاں جو ہوا قربان لُٹایا کیا ہے؟

❀❀❀

غزل

ہے عشق ایسا دریا، جس کا نہیں کنارا
ڈوبا جو اِس میں کوئی ، پاتا نہیں سہارا

جاں سے گزر کے مِلتا ہے ، وصل کا سندیسہ
راہِ طلب میں رُکنا ہوتا نہیں گوارا

ہر سمت اس کی خوشبو، اُس کا ہی رنگ ہر جا
موجِ نظر کو بھاتا کوئی نہیں نظارا

جَلْوَت میں تُو ہی تُو ہے ، خَلْوَت میں کیوں نہیں ہے
پاتا تری تجلّی کا ، کیوں نہیں اشارا

سُن کر ہے حرفِ واعظ ،دل کے ورق پہ لکھا
تیرا یہ نام لیتے ، تھکتا نہیں دوبارا

مستی میں جو گِرا ہوں، فیضِ نظر سے اُٹھوّں
اس حالِ بے خودی میں ، میرا نہیں گزارا

اس میکدے میں طاری دل پر خمار سب کے
ساقی کا جام دیکھو کس کو نہیں ہے پیارا

سوئے حرم چلے تو تیرا تھا نام لب پر
خوابوں کے آئینے نے چہرہ نہیں ابھارا

اس راستے پہ کیسے طارقؔ روانہ ہوں گے
جس راستے پہ روشن ، تیرا نہیں ستارا

❁❁❁

غزل

چمن میں رنگ و نور و خُو ، پھبن میں ہے کہ تجھ میں ہوں
وفا کی روشنی ہے ، دل سجن میں ہے کہ تجھ میں ہوں

ملاقاتِ نگاہِ شوق کی خوشبو قرینِ جاں
محبت راز ہے ، رمزو سخن میں ہے کہ تجھ میں ہوں

تری ہی کن فکاں میں گامزن ہے اک مسافر دل
سمندر اِک تپش میری اگن میں ہے کہ تجھ میں ہوں

ازل سے وصل میں پوشیدہ ہیں سب خوابِ تشنہ لب
تری خاکِ کفِ پا کی لگن میں ہے کہ تجھ میں ہوں

جدائی کا شجر اب سایۂ امید بن بیٹھا
تری یادوں کی ساعت بھولپن میں ہے کہ تجھ میں ہوں

صدائے لامکاں میں غم بھی خوشبو بن کے بکھرا ہے
کرشمہ تیرے لب کی انجمن میں ہے کہ تجھ میں ہوں

بدن کی قید میں ہے روح کی سرگوشیِ صوفی
سبق منصور ، رومی کے سخن میں ہے کہ تجھ میں ہوں

محبت جستجو ہے ساتھ تیرے ہر سفر میں ہی
تری الفت میں گم ہر اک جتن میں ہے کہ تجھ میں ہوں

تری آنکھوں میں ہیں سب نقشِ عالم اور غمِ ہستی
مری قسمت کی ہر اجلی کرن میں ہے کہ تجھ میں ہوں

خموشی بولتی ہے جب بھی یاد آئے تری طارق
حضورِ دل کی رنگینی چمن میں ہے کہ تجھ میں ہوں

❀❀❀

غزل

میں جب ہار کے دل کو تھامے گیا تھا
تو اُس در پہ سجدے ہی کرتا رہا تھا

نہ مانگا تھا کچھ اور نہ کچھ بھی کہا تھا
محبت کا سودا ہی بس کر لیا تھا

زمانے کو تولا، خودی کو بھلایا
تری دید کا شوق دل میں بسا تھا

ازل سے کسی کی طلب دل میں جاگی
کبھی سوچا، میں کون ہوں؟ کیا کہا تھا؟

سرِ راہ دیکھی جھلک نور کی جب
تو سجدہ جبیں نے وہیں کر لیا تھا

نہ بت خانہ، کعبہ ، نہ کوئی حرم تھا
بس اک حسنِ دلبر ، نظر میں سجا تھا

خموشی کی حالت میں آواز آئی
وہی جس نے کانوں میں کچھ کہہ دیا تھا

کسی گم شدہ خواب کا در کھلا جب
تو احساس یہ تھا، کہ میں کھو گیا تھا

فقیری ملی ، جب تو شاہی ہوئی تھی
ترا نام جب بھی زباں نے لیا تھا

خموشی بھی گویا تھی، خوشبو سی طارقؔ
وہ آیا ، تو ہر لمحہ ، کچھ کہہ گیا تھا

غزل

میں تھک گیا ہوں بہت ، سانس لینا چاہتا ہوں
گلا ہو صاف ، ذرا کھانس لینا چاہتا ہوں

یوں مجھ کو کھانسنے کا شوق تو نہیں کوئی
سمجھ رہے ہو کہ میں دھانس لینا چاہتا ہوں

مری تو پیار سے کرنے کی بات، عادت ہے
یہ مت سمجھنا ، تمہیں پھانس لینا چاہتا ہوں

مجھے بہشت میں خیمہ بھی ہے نصَب کرنا
تو اس کے واسطے کچھ بانس لینا چاہتا ہوں

غذا کے ساتھ بتائی گئی مجھے ورزش
جلیبی دودھ ، معِ ڈانس لینا چاہتا ہوں

اے دوست دو مجھے *سوزن، جو چبھ رہی ہے مجھے
نکالنے کو وہی *" پھانس "، لینا چاہتا ہوں

عجب نہیں کہ مجھے بخش دے خُدا طارقؔ
میں کر کے توبہ ، ذرا چانس لینا چاہتا ہوں

* دھانس: سُوکھے تمبا کو یا مِرچ وغیرہ کی تیز بُو، جس سے کھانسی اور چھینکیں آنے لگتی ہیں
☆سوزن سلائی والا آلہ
* پھانس لکڑی کا سخت ریشہ یا نوکدار تنکا جسے ہم پنجابی میں چھلتر کہتے ہیں

غزل

غم کی پرچھائیوں سے ڈرتا ہوں
یعنی تنہائیوں سے ڈرتا ہوں

زخم کہنہ ابھی جو ہیں دل میں
اُن کی گہرائیوں سے ڈرتا ہوں

وقت کی دھوپ پھر سے چمکے جو
دل کی سچائیوں سے ڈرتا ہوں

چھوڑ جائے مرا خدا مجھ کو
ایسی رسوائیوں سے ڈرتا ہوں

شام ہوتے ہی دل دھڑکتا ہے
شب کی پرچھائیوں سے ڈرتا ہوں

خامشی میں جو شور جاگا ہے
اس کی انگڑائیوں سے ڈرتا ہوں

بجھتی آنکھوں سے خواب لرزے ہیں
ان کی پہنائیوں سے ڈرتا ہوں

دشمنوں کی تو دشمنی معلوم
دوستوں ، بھائیوں سے ڈرتا ہوں

دودھ میں ہوں گلاب ، عارض وہ
کیا کروں ، چھائیوں سے ڈرتا ہوں

پردہ پوشی نہ کر سکیں جو لب
انُ کی گویائیوں سے ڈرتا ہوں

جن میں چیخیں دبی سنائی دیں
ایسی شہنائیوں سے ڈرتا ہوں

کہہ دیں ، تحقیق کے بِنا آگے
ایسی شُنوائیوں سے ڈرتا ہوں

جن سے گر جانے کا رہے خدشہ
ایسی اونچائیوں سے ڈرتا ہوں

جب ہے منزل پہاڑ پر طارقؔ
پھر عبث کھائیوں سے ڈرتا ہوں

غزل

باز آتے نہیں الزام لگانے والے
دیکھے ہیں تم نے بھی، انجام دکھانے والے!

خامشی، رازِ ازل، نور کے پردے میں رہے
لب تو کھولیں گے کبھی ، نام بتانے والے

دل سے دل تک کوئی رستہ ہے یہ سب جانتے ہیں
چل پڑے جو ، ہیں وہی گام بڑھانے والے

ہر نظر تاب نہ اسرار کی لانے پائے
چشمِ ظاہر سے ہیں کیا آگ لگانے والے

قطرہ ہو کر بھی سمندر کا پتا دیتے ہیں
راہِ حق پر ہیں وہی جام پلانے والے

وقت مٹی میں لکھے حرف ابھارے کیسے
خاک میں سوئے ہیں کیا کام بنانے والے

زخم دل میں سے اَلستُ کی صدا آتی ہے
یہ ہیں مستی میں سرِ بام بلانے والے

چاند شب بھر جو اترتا ہے دلِ عارف پر
روشنی بانٹتے ہیں ، شام کو جانے والے

نقشِ ہستی ہے سراب اور حقیقت بے رنگ
پردہ اٹھنے پہ اے کہرام مچانے والے

اب سحر کر دے کہ تاریک ہے شب، ظالم بھی
تیرگی توڑ کے سورج کو سجانے والے

وقت کی دھوپ میں چہرہ نہیں بدلا طارقؔ
وعدہ ہر حال نبھاتے ہیں نبھانے والے

❁❁❁

غزل

اکیلا گھر سے نکلا جب ، میں تنہا کب رہا آخر
یونہی دل نے ڈرایا جب ، میں تنہا کب رہا آخر

کبھی خوابوں کا تھا مالک، غنا کا تھا کبھی سالک
خدا کا در ہے تھاما جب ، میں تنہا کب رہا آخر

وفا کے دشت میں نکلا، نہ کوئی ساتھ دینے کو
رہا وہ سنگ چلتا جب ، میں تنہا کب رہا آخر

کبھی رُخ عرش کی جانب ، کبھی تھیں فرش پر نظریں
طلسمِ ذات پایا جب ، میں تنہا کب رہا آخر

تری یادوں کے روزن سے ہوا ہے دل مرا شاہد
چراغِ ہجر جلتا جب ، میں تنہا کب رہا آخر

محبت کی صدا سنتا، انا کا خود بنا بندہ
نظر خود کو یہ آیا جب ، میں تنہا کب رہا آخر

یہ دنیا خضر کی بستی، یہ دل موسیٰ کا ہے عاشر
جو دیکھا اس کا جلوہ جب ،میں تنہا کب رہا آخر

نہ تھا میں نام کا صوفی، نہ محفل کا مناظر تھا
دلوں کا راز پایا جب ، میں تنہا کب رہا آخر

سرِ مے خانہ پوشیدہ ، سرِ محراب ظاہر تھا
رموزِ عشق سمجھا جب ، میں تنہا کب رہا آخر

بہت سے ، ساتھ دینے کا ہیں دم بھرتے ہوئے رخصت
کہ اُس دربار پہنچا جب ، میں تنہا کب رہا آخر

نظر میں ایک پرتو تھا، وہی دل میں اجالا تھا
خدا نے خود دکھایا جب، میں تنہا کب رہا آخر

نفس کا شور تھم کے بھی، صدائے دل سنائی دی
سکوتِ جاں نے چاہا جب، میں تنہا کب رہا آخر

حجابِ ہست اُٹھ بیٹھا، حقیقت مسکرا اٹھی
نظر نے راز پایا جب، میں تنہا کب رہا آخر

کبھی صحرا میں تنہا تھا، کبھی طوفاں کی زد میں تھا
یقیں دل کو تھا آیا جب، میں تنہا کب رہا آخر

مری ہستی کے اندر بھی، کسی کا عکس ہے مخفی
خودی نے سر جھکایا جب، میں تنہا کب رہا آخر

ازل سے جو رفاقت تھی، وہی تجھ سے رہی باقی
محبت کو سنبھالا جب، میں تنہا کب رہا آخر

کبھی ہے جذب کی صورت، کبھی تسلیم کی حالت
رضا کے دم میں ڈوبا جب، میں تنہا کب رہا آخر

یہی سجدہ، یہی دیدہ، یہی محراب و میخانہ
نگہِ دل نے دکھایا جب، میں تنہا کب رہا آخر

فقیرِ دل کی محفل میں، سخن تسلیم بن بیٹھا
حضورِ عشق آیا جب، میں تنہا کب رہا آخر

"فقیرِ خاک" کہلایا، ہوا مخمور پھر طارقؔ
غرورِ عشق پایا جب ، میں تنہا کب رہا آخر

غزل

بھول پائے ہیں کہاں یادِ نگاراں اب تک
نقش دل پر ہے وہی جلوۂ جاناں اب تک

مے پرستی کے ہیں آداب تری محفل میں
ساقیا! میں جو پیوں ، ہے ترا فرماں اب تک

دل کی وادی میں خیالوں کے فقیر آئے تھے
پھر ہوا سے ہے ذرا بُوئے گریباں اب تک

آتشِ ہجر میں جلتے ہیں مرے سِیمیں خواب
عشق کی رہ کا ہے وہ شعلہ فروزاں اب تک

دل کے آئینے میں دیکھا تو بھرم ٹوٹ گیا
جو بھرم ٹوٹا ، رکھا اس نے پشیماں اب تک

عکسِ محبوب سے معمور ہوا آئینہ
کیوں تُو آئینے کے اندر ہے پریشاں اب تک

رہِ یاراں کا ہے از راہِ کرم موڑ ملا
ورنہ صحرا ہے مسافر کا بیاباں اب تک

کہتے ہیں، صبر کی منزل پہ سکوں ملتا ہے
ہے یہ سودا دلِ دیوانہ پہ قرباں اب تک

طعنۂ دنیا ، تڑپنے کی ادا دیتا ہے
خار بھی، پھول بھی، دونوں ہیں گلستاں اب تک

قائلِ وصلِ ازل رہ کے گزاری دل نے
مائلِ حمد جو ، طارقؔ ہے غزل خواں اب تک

❁❁❁

غزل

دل کے صحرا میں صدا ہے، جل رہا ہے عشق ، سُن
خاکِ الفت پر بِنا ہے، پر فنا ہے عشق سُن

رات کے دامن میں پھیلا، نُور سا ہے عشق سُن
ہر قدم پر کَشفِ معنی کی ادا ہے عشق سُن

میں نے سوچا دل میں اک جلتا دیا ہے عشق سُن
غور سے ڈالی نظر ، صبر و رضا ہے عشق سُن

پتھروں میں گونجنے والی صدا ہے عشق سُن
خاک کے ذرّوں میں لپٹا ، راستہ ہے عشق سُن

مست آنکھوں میں جو رکھا، وہ نشہ ہے عشق سُن
لب پہ آ جائے تو رُوحوں کی صدا ہے عشق سُن

پھول کو چاہے تو غنچے میں کِھلا ہے عشق سُن
زخم کو چھو لے تو مرہم کی قضا ہے عشق سُن

راہِ تنہائی میں ہر سانس ِ دعا ہے عشق سُن
دل کو جب کر دے منوّر، تو ضیا ہے عشق سُن

آنکھ میں پھیلا ہوا، اک خواب سا ہے عشق سُن
لب پہ آتا ہے تو اک بحرِ بقا ہے عشق سُن

پا گیا وجدان دل ، جس میں رچا ہے عشق سُن
کوئی سمجھے یا نہ سمجھے معجزہ ہے عشق سُن

عقل کہتی ہے کہاں ، سب نے کِیا ہے ، عشق سُن
آخری ، طارقؔ وفا کی انتہا ہے عشق سُن

قطعہ

ہمیں تو لازماً اِس پار سے اُس پار جانا ہے
انا کو عجز نے چپکے سے آخر مار جانا ہے

زمیں پر سجدہ لے جائے گا اونچا آسمانوں تک
یہ تُم پر منحصر ہے کیا مری سرکار جانا ہے

❁❁❁

غزل

لبوں پہ نام ہے دل میں مقام ہے تیرا
یوں ذکر رکھتا معطّر مدام ہے تیرا

تجھے پکارتی ہے کائنات کی ہر شے
کہ دستِ ساقی ہے اوراس میں جام ہے تیرا

کبھی فراق ، کبھی وصل کا ملے موسم
ہر ایک حکم میں پنہاں نظام ہے تیرا

تری نگاہ میں مستی تری نظر میں دوام
ہوا کی لہروں میں نغمہ سلام ہے تیرا

یہ عشق آگ ہے لیکن یہی ہے لطف و کرم
کہ اس کی گرمیوں میں بھی قیام ہے تیرا

بنائے تُو نے زمیں آسمان تارے جب
یہ دل اسی کا ہوا جو غلام ہے تیرا

سمٹ کے ایک ہی پل میں ہو مشتِ خاک کبھی
جو پھیل جائے وہی رقصِ عام ہے تیرا

جو دیکھا جلوہ ترا نقش ہو گیا دل پر
میں خود کو بھول گیا یاد نام ہے تیرا

چہار سمت میں طارقؔ ، تجھے کہیں سارے
کہ ابتدا تھی جہاں ، اختتام ہے تیرا

غزل

نفسِ امّارہ جلا جب ، پھر کھلا ہے مجھ پہ عشق
دل کے زخموں سے مہکتی، اک عطا ہے مجھ پہ عشق

خاک میں معنی کے موتی، آشنا ہر بھول کی
عقل روتی ہے ، عیاں جب سے ہُوا ہے مجھ پہ عشق

سارے رستے ، ایک منزل، کی طرف جائیں یہاں
ذِکر و فِکر و وصل، یکساں سمت کا ہے مجھ پہ عشق

من کی وادی میں صدا دے کون ، جو مشہود ہے
جو نہ سمجھے، وہ یہ سمجھے گا فدا ہے مجھ پہ عشق

لب سے نکلے نام اُس کا، دل میں یادیں ہوں رقم
پتھروں میں نور بھر دے، یہ ضیا ہے مجھ پہ عشق

پھیرتا رہتا ہوں آنکھیں، ہر نفس ہر ذات میں
ذات سے آگے کہیں جا کر کھُلا ہے مجھ پہ عشق

میں اگر ہارا ہوں دل ، جیتا کسی کے پیار میں
بے حقیقت زندگی سے ماورا ہے مجھ پہ عشق

چاندنی کے پار بیٹھا، مست وہ نظریں لئے
پھول کے پردوں میں خوشبو کی ردا ہے مجھ پہ عشق

تُو ہی طارقؔ یہ بتا دے، تجربہ تیرا ہے کیا
نور سے بھرپور اور تازہ ہوا ہے مجھ پہ عشق

❀❀❀

غزل

ہے دل میں جو شوقِ نگاراں ابھی
ہے محفل میں شمعِ فروزاں ابھی

ہوئی مست مے سے طبیعت مری
کہ پایا تھا ساقی کا فرماں ابھی

بہیں ! اشک ، یادِ رُخِ یار میں
کہاں درد ، دل سے گریزاں ابھی

جلا ! عشق کی آتشِ بے قرار
ہے یہ شعلۂ نورِ ایماں ابھی

نظر میں جو آیا، تو سب اُس میں تھا
کہ تھا دید کا رنگ ، رخشاں ابھی

وہ آئینہ دل سے منوّر ہوا
مگر عکس تھا کچھ پریشاں ابھی

کہاں زلفِ یاراں کا سایہ ملا
وہی دھوپ ، صحرا و ریگاں ابھی

ملی تو ہیں دنیا کی رُسوائیاں
تو کیوں طعنہ زن ہے گلستاں ابھی

اجل آئی، طارقؔ ، رہے آس میں
تھے پیتم کے درشن کے امکاں ابھی

❁❁❁

مائیں۔۔۔۔

ہوں مائیں گھر میں ، تو من مانیاں تو ہوتی ہیں
اسی بھروسے ، تن آسانیاں تو ہوتی ہیں

جدا ہوں مائیں تو گھر کاٹنے کو دوڑتا ہے
وہاں پہ وحشتیں پھر آنیاں تو ہوتی ہیں

دلوں میں درد کا مرہم حسین یادیں ہوں
کچھ ان سے درد کی درمانیاں تو ہوتی ہیں

ہر ایک رشتہ ، تعلّق بیاں نہیں ہوتا
کسی سے کہہ کے بھی آسانیاں تو ہوتی ہیں

جبیں پہ بوسہ دعاؤں کے ساتھ یاد آئے
نصیب میں ہوں پریشانیاں ، تو ہوتی ہیں

نگاہ ٹوٹے ہوئے آئنے پہ جائے اگر
وہ عکس دیکھ کے حیرانیاں تو ہوتی ہیں

دعائیں ماؤں کی ، مٹی میں سو نہیں جاتیں
قبول ان کی بھی قربانیاں تو ہوتی ہیں

یہ سچ ہے ماں کا کبھی حق ادا نہیں ہوتا
کمی تو رہتی ہے ، نادانیاں تو ہوتی ہیں

سِدھار جائیں جو پرلوک مائیں ، بعد اُن کے
ہمارے ساتھ پشیمانیاں تو ہوتی ہیں

خزانے قدموں میں لے کر جو آتی ہیں طارقؔ
وہ پیاری مائیں کبھی جانیاں تو ہوتی ہیں

غزل

یہ دل کی مسجدِ غم میں ہے جلوہ ، تیرا نور
پیالہ بھر کے دیا ، دید نے خمارِ حضور

میں خود کو ڈھونڈنے نکلا، ملا ہے جلوۂ طُور
کہ حرفِ کن سے ہوا فاصلہ یہ سارا عبور

جہاں میں کثرتِ غم ہے ، فقط ہے تُو ہی سرور
کہ تیرے ذکر سے روشن ہوا ہے میرا شعور

ترے فراق کا عالم بھی وصل کا ہی ظہور
یہ دردِ ہجر ہی دراصل ہے سلامِ حضور

کبھی میں خاک میں گم ہوں ، نظر سے ہوں یوں دور
ہر ایک حال میں ، تُو اصل میں مرا منشور

میں قطرہ تھا کہ بہا، موج بن کے دریا کی
کوئی جو ڈوب گیا اس میں میرا کیا ہے قصور

نگاہِ یار سے میں آسماں پہ پہنچا ہوں
یہی فنا ہے، اسی ابتدا سے میرا ظہور

یہ طارقؔ آنکھ اسے دیکھتی ہے ہر جانب
میں جس طرف بھی گیا، اُس طرف ہے اُس کا نور

غزل

نہ سویا ہوا اور نہ جاگا ہوں میں
پسِ کارواں ، اک ستارا ہوں میں

بھنور ہو کہ مدّ و جزر سامنے
ہمیشہ رواں ، اک سفینہ ہوں میں

یہ عالم یہ وحشت، یہ بیتابیاں
ہے خاموش منظر ، تو چیخا ہوں میں

نہ واپس پلٹ کر بلائے کوئی
نظر کی حدوں تک نظارا ہوں میں

محبت کے رستے نے خالی کیا
خفا آئینہ ایک ٹوٹا ہوں میں

جہاں نقش کی کوئی صورت نہیں
وہاں یاد کا اک بسیرا ہوں میں

تمہارے تصور کا بجھتا دیا
ہواؤں کی زد میں جلاتا ہوں میں

کبھی پھول ، خوشبو ، زمیں ، آسماں
سمندر کا شاید کنارا ہوں میں

جو لمحے ٹھہر کر فنا کر گئے
کہے یہ زمانہ ، تمہارا ہوں میں

نہ منزل نہ رستے کا کوئی نشاں
ہوا کی طرح بے سہارا ہوں میں

کبھی خواب جیسا، کبھی درد سا
تمہارے خیالوں کا سایہ ہوں میں

یہ دھڑکن، یہ تنہائی، یہ آگہی
خود اپنے ہی دل کا اشارہ ہوں میں

اندھیروں میں روشن امیدوں کے بیچ
کسی موڑ پر راہ بھولا ہوں میں

ڈھلا کب ہوں لفظوں میں طارقؔ تمام
تمہاری کہانی کا حصّہ ہوں میں

❁❁❁

غزل

دل کے دریا میں اٹھا موج کا ساماں اُس کا
میں کہاں جاتا مرے دل میں تھا پیماں اُس کا

ہر کوئی ذرّہ درخشاں ہے تجلّی سے تری
میری جاں اُس پہ جو قربان ہے احساں اُس کا

میں نے صحرا میں اسے ڈھونڈا تو آئی یہ صدا
ذات پوشیدہ سہی جلوہ درخشاں اُس کا

خاک چومے تری گلیوں کی مرا ہر جذبہ
عشق الفت کا نہیں کھیل ، ہے ایماں اُس کا

چشمِ مست اس کی ، اداسی میں لطافت کی مہک
پھول سوکھے بھی کہاں عشق میں امکاں اُس کا

میں نے مانا کہ فقیری میں سکونِ دل ہے
پھر بھی اس ناز کا چہرہ غمِ پُرساں اُس کا

درِ جاناں پہ ادب شرطِ ارادت نکلی
دل کہے جاؤں مگر لب پہ ہے فرماں اُس کا

وقت رکتا نہیں جذبہ تو مگر باقی ہے
یہ تسلّی ہے مرا سینہ نگہباں اُس کا

عشق فانی نہیں باقی ہے سرِ وصل کے بعد
راز یہ کیا ہے لکھا اُس میں جو قرآں اُس کا

طارق اب محو بہ صد شوق ہوں ہُو کے اندر
لب پہ ہے نام مرے دل میں ہے عرفاں اُس کا

❀❀❀

غزل

بزم میں تیرے حسن کا ، چرچا جو ناگہاں ہوا
زخمِ نہاں سے نُور کا جلوہ تبھی عیاں ہوا

کوئلے راکھ میں چھپے ، چرکے لگا کے خوش رہے
قرب کا خواب ، ہجر کا سایۂ داستاں ہوا

عشق کی چلتی راہ تھی ، عرش تلک نگاہ تھی
قطرہ تھا میں جو بحر میں ڈوب کے بے نشاں ہوا

پیرِ مغاں نے ہاتھ میں جام دیا تو یہ کہا
ساتھی وہی تھا رُوح کا ساقی ہی جانِ جاں ہوا

دل سے گئی انا تو پھر کُن کی صدا سُنی گئی
میں تھا جو محو اک ترا نام ہی بر زباں ہوا

دیکھ کے آئینہ تجھے کیسے مچل مچل گیا
چین ملا ، وصال کا ، چہرہ جو مہرباں ہوا

درد اور سوز میں نہاں، لذّتِ عشق بیکراں
کعبۂ جاں ہے تُو مرا کیسے تُو بد گماں ہوا

سانس میں ذکر جب ترا آیا تو دل پہ یہ کھُلا
لفظ بنا ریاضتِ عمر ، کاوشِ امتحاں ہوا

فقر کا رتبہ جاہ سے عشق نے خود ہی دے دیا
ذرّہ تری ہی تاب سے مثلِ مہِ رواں ہوا

سنتے ہیں پیار کی صدا ، طارقؔ ہے خود ہی رہنما
عشق ہی اصل میں ہوا باقی تو سب گماں ہوا

غزل

تُو نظر آتا ہے دل کی ہر صدا کے درمیاں
میں کھڑا ہوں زندگی کے اور فنا کے درمیاں

رات تنہائی میں جب شوقِ نظر جاگے کہیں
نور اُترتا ہے تری یادِ وفا کے درمیاں

کون سمجھائے کہ یہ دل کیوں تڑپتا ہے مرا
کچھ سخن کچھ آہ کچھ دردِ دُعا کے درمیاں

میں نے دیکھا ایک چہرہ نُور میں لپٹا ہوا
جیسے جلوہ ہو کسی شمس الضّحیٰ کے درمیاں

صدقِ دل سے جو لیا تھا عہدِ وصل و بندگی
اب وہی معنیٰ کھلا ، ذکرِ وفا کے درمیاں

پھول جیسے خواب میں کھلتے گئے ، مرجھا گئے
زندگی ہلکی سی تھی نکہت نما کے درمیاں

آخری بوسہ لبوں پر دے کے وہ چپ ہو گیا
سرخوشی ٹھہری ہے آ کر ارتقا کے درمیاں

اشک بن کر ڈھل گیا یہ دل مزارِ آرزو
خاک اُڑتی ہے مرے داغِ قبا کے درمیاں

جب تجلی نے اَنا الحق کہہ کے دل پگھلا دیا
جاں سمٹتی جا رہی تھی کب بقا کے درمیاں

راز کھولا فقر نے یہ ریگزارِ عشق میں
مَیں رہا طارقؔ سدا ، ہجر و لقا کے درمیاں

غزل

دل کے صحرا میں اک نام دھڑکتا ہے
ریت کے ذرّوں میں پیغام دھڑکتا ہے

میں سمجھا تھا اک دن ختم سفر ہو گا
اب بھی خواب کا وہ انجام دھڑکتا ہے

خاک میں تُو نے جو خوشبو رکھ دی اُس کی
اب بھی ہوا میں وہ گُلفام دھڑکتا ہے

میرے اندر ، کوئی دریا دیوانہ
دل کی کشتی میں آرام دھڑکتا ہے

تو تسبیح کا مطلب، تو ہی نغمۂ جاں
بستی بستی تیرا نام دھڑکتا ہے

جب بھی محبت ہو جائے ہوتا ہے کیا
نور نکلتا ہے ، ابہام دھڑکتا ہے

اس نے ہنس کر دیکھ لیا تھا آئینہ
عکس وہی ہر شب ، ہر شام دھڑکتا ہے

وقت فنا ہو جائے کب واپس آئے
دل لے کر تجھ سے احکام دھڑکتا ہے

تو جو آ جائے تو معنی پورے ہوں
ورنہ حرف قلم پر خام دھڑکتا ہے

مست قلندر ہو کر طارقؔ پی لے جب
عشق کے میخانے میں جام دھڑکتا ہے

غزل

اُس سے ملنے کا تو موقع بار بار آتا نہیں
وہ نظر آ جائے تو دل کو قرار آتا نہیں

جو ملے اک بار اس سے، کہہ نہیں سکتا کبھی
اس کی یادوں میں وہ اب جانِ بہار آتا نہیں

پوچھ لو اوروں سے گر مجھ پر نہیں ہے اعتبار
اس سے جب تک مل نہ لو ، دل پر نکھار آتا نہیں

سانس تو لیتا ہوں پر قابو میں دل کیسے کروں
اس تڑپ میں تو کسی لمحے قرار آتا نہیں

خواب میں آ کر وہ کہتا ہے کہ رُوٹھے مت رہو
پر حقیقت میں یہ لمحہ ایک بار آتا نہیں

دل کے صحرا میں الاؤ یاد کا روشن رہے
اس جلن میں پوچھتے ہو ، کیوں قرار آتا نہیں

درد کہتا ہے تجھے اب چھوڑ دوں ، پر کیا کروں
بھول جانے کا بھی تو کچھ اختیار آتا نہیں

اُس کے چہرے پر جو خاموشی ہے، کچھ کہتی تو ہے
یاد کس کو وہ تبسّم بار بار آتا نہیں

رات، یادیں، خامشی، آنکھوں میں اک طوفاں مگر
ایسی گھڑیوں میں کسے غم کا غبار آتا نہیں

عقل سمجھاتی بہت ہے ، تُو بچا جانِ عزیز
عشق میں طارقؔ مگر یہ کاروبار آتا نہیں

❀❀❀

غزل

کروں کیا بہانا کہ تنہا ہوں میں
سفر ہی میں ، جانا ، کہ تنہا ہوں میں

نہ منزل، نہ رستہ، نہ کوئی صدا
نہ کوئی ٹھکانہ ، کہ تنہا ہوں میں

کبھی آئنوں سے ملی جو نظر
تو پھر میں نے مانا کہ تنہا ہوں میں

سبھی دھیرے دھیرے جدا ہو گئے
کسی کو ملانا کہ تنہا ہوں میں

تڑپ کر صدا دے رہا ہے کوئی
کوئی گیت گانا کہ تنہا میں ہوں

یہ ہنگامۂ وقت کیوں تھم گیا
بتائے زمانہ کہ تنہا ہوں میں

خموشی کے لہجے میں کہنے لگا
کہانی سنانا کہ تنہا ہوں میں

میں راہِ عدم کا مسافر تو ہوں
نہ اور آزمانا کہ تنہا ہوں میں

یہی دردِ الفت یہی جانِ جاں
مرا ساز لانا کہ تنہا ہوں میں

یہ دنیا ہے کیا خواب ہی تو ہے اک
مجھے مت جگانا کہ تنہا ہوں میں

عبث دل کو بھیجا خدا کے حضور
اُسے کیا بتانا کہ تنہا ہوں میں

ازل سے ابد تک جو طارقؔ سُنا
ہے اس کا ترانہ کہ تنہا ہوں میں

❀❀❀

غزل

عشق کو سمجھا نہ کوئی ، ہے یہ بس رازِ خدا
جو کھُلے دل پر کبھی، کہہ دے وہی کوہِ ندا

قطرہ کب جانے سمندر کی بھی گہرائی ہے کیا
میں کہاں، اور اس تجلّی کی کہاں ہے انتہا

میری ہستی کا وجود اس کے کرم میں گم ہوا
میں رہا یا وہ رہا، یہ ہے الگ اک ماجرا

خلوتِ دل میں عجب اک نور اُترا رات کو
یوں لگا جیسے مِلا ہے رُو بہ رُو دل سے خدا

نفس کی دیوار جب گر جائے تو دکھتا ہے وہ
ورنہ ہر اک سانس میں پردہ رہے قائم سدا

راہِ الفت میں قدم رکھا، تو سب کچھ چھوڑ دے
دل بنے ہے آئینہ ایسا، جہاں حق کی ضیا

میں نے جب اپنے عمل کو اس کے آگے رکھ دیا
تب سمجھ آیا کہ میری ذات کیا اوقات کیا

ذکر کرتے ہیں فرشتے، نام لے کر پیار سے
جب ہو نغمہ بندگی کا، ہو مقامِ کبریا

دل کی محرابوں میں بس اک سجدہ باقی رہ گیا
ورنہ سب سجدے ہیں اس کی بارگہ میں التجا

کون طارقؔ راز سمجھے ہے جو سینوں میں چھپا
عشق دریا ہے ، کنارا، جس کا ملنے سے رہا

غزل

سنو دشت سے آئے کس کی صدا
کرو عشق کی راہ میں جاں فدا

نگاہِ طلب سے سبھی داستاں
طلب وصل کی اور صدا برملا

تمنّا کا نغمہ جو لایا پیام
سنا جب تو یادوں کی چھائی گھٹا

چراغِ تصوّر میں جلتی امید
تعطّر میں لپٹی ہوئی پھر فضا

چمن میں کلی نے پکارا کسے
حصارِ طلب میں کہا جانے کیا

تلاطم میں ڈوبا ہوا قافلہ
سفینہ جو دیکھا ترا جی اٹھا

کہاں گردشِ وقت دم بھر تھمے
جو آیا ، نہ ٹھہرا یہاں ، چل دیا

ہے غم سے عبارت ہوئی زندگی
سرِ شام روئی اگر ، کیوں بھلا

چرائے خیالوں کے بکھرے چراغ
ترے نام پر دل دیا مسکرا

خبر تیرے آنے کی آئی کہیں
تری یاد نے پھر دلوں کو چھوا

خموشی میں گویا ہوئی داستاں
کہ حرفِ محبت زباں نے کہا

یہ نرمی کہاں سے فضا میں گھُلی
شہیدِ تمنّا نے جادو کیا

جو بے ساختہ ہاتھ اُٹھنے لگے
لو طارقؔ ، مجسّم دعا بن گیا

❁❁❁

غزل

محبّتوں کا دیا یوں بھی دل میں جلتا ہے
صنم کو دیکھ لیں تو رب کا روپ لگتا ہے

تمہارا قرب میسّر ہوا تو راز کھُلا
یہی تو عشق ہے جو بندگی میں ڈھلتا ہے

کبھی تو وصل کی خوشبو میں روح ناچتی ہے
کبھی فراق میں دل صبر سے سنبھلتا ہے

ہر ایک ذات میں اک اور ذات ہے پنہاں
تو اس کو دیکھنے کو دل بہت مچلتا ہے

یہ دل تمہاری محبت سے جب ہوا روشن
تمہارا نور اندھیروں میں بھی چمکتا ہے

تمہاری زلف میں الجھے تو راستہ بھولے
تو دیکھئے یہ کہاں پیچ و خم نکلتا ہے

غزل ہو خط ہو ، مناجات ہی کی صورت ہو
تمہارا نام لبوں پر ہمیشہ رہتا ہے

یہ عشق، دجلہ و کوثر کا ہے کوئی سنگم
کہ تشنگی میں بھی اک کیف سا پگھلتا ہے

خدا کے جلوے کو دیکھا تمہاری آنکھوں میں
یہ ماننا ہی پڑا، عشق وہ بھی کرتا ہے

ہے روشنی کا دیا وہ جو دل میں جلتا ہے،
کہ طارقؔ اب تو کوئی رب کا روپ لگتا ہے

❀❀❀

غزل

قائل وہ ایک رہنما تھا کر گیا مجھے
جب بھی گرا ، اٹھا کے ، چلا کر ، گیا مجھے

یہ زندگی کتاب ہے، اور ہر ورق نیا
اک رمزِ جاوداں وہ دکھا کر گیا مجھے

پھر میں تو دل کے خوف کے پیچھے تھا جا چھپا
جب وہ یقیں کا ہاتھ اٹھا کر گیا مجھے

ہے زندگی کے دشت میں تنہا سفر کیا
پر رازِ کُن ہے کون بتا کر گیا مجھے

طاری ہوا سکوت ، میں دل کی نہ کہہ سکا
پھر بھی وہ عشق کرنا سکھا کر گیا مجھے

گو وقت کے نقوش نے چہرہ مٹا دیا
پر آئنہ تو عکس دکھا کر گیا مجھے

میں اپنے ٹوٹنے کا گلہ کیوں کروں ، بتا
توڑا تھا جس نے خود ہی بنا کر گیا مجھے

میرا خیال تھا کہ مقیّد ہوں میں مگر
زنداں کی سوچ سے وہ رہا ، کر گیا مجھے

دیکھا جہانِ رنگ میں تو یوں لگا کہ وقت
قوسِ قزح زمیں پہ دکھا کر گیا مجھے

میں حرف تھا تو حرف کا مطلب نہ تھا پتہ
معنیٰ ، بنا جو لفظ ، سکھا کر گیا مجھے

بجھتا نہ تھا دیا جو ، ہواؤں کی زد میں بھی
طارقؔ مرا پتہ وہ بتا کر گیا مجھے

غزل

حسنِ ازل کا مظہر سارے ، خود پہ کریں جو ناز
کھینچے اس کی ہی جانب ہے ہر شیریں ، آواز

ساگر کی لہروں سے ہم نے سیکھا ہے یہ راز
ساحل سے ٹکرانے سے وہ کبھی نہ آئیں باز

راہِ وفا میں صبر سے کاٹے ہجر کے سارے دکھ
ہم سے عاشق پر تو کرے معشوق ہمیشہ ناز

جانے کیا کیا بھید چھپے یاں ، کیا کیا ہیں اسرار
دیکھیں جگ میں کون بنے گا دکھ سکھ کا دَم ساز

سورج چاند ستارے سارے اپنی راہ چلیں
گیت سبھی گاتے ہیں ہر پل ، اس کی دھن پر ساز

کس کس کو وہ پاس بلا لے اس دنیا سے جلدی
جانے کس کس کی رسّی کو خود ہی کرے دراز

کون زمیں میں ، کون فلک پر اس سے کرے سوال
اس کی قدرت کا ہم دیکھیں روز نیا انداز

اندھیروں میں دل کو جو بھی روشن کرے مہان
غم کے گیتوں کی صحرا میں کیوں گونجے آواز

طارقؔ آندھی اور تلاطم کیا روکیں گے تجھ کو
تیز ہوا میں اور بھی اونچا اڑتے ہیں شہباز

❀❀❀

غزل

یاد کی بجھتی ہوئی درگاہ میں، چلتے رہے
خواب کی تعبیر کی اشباہ میں، چلتے رہے

جب یقیں ٹوٹا تو زخمی ہاتھ میں تھیں کرچیاں
ہاتھ رنگیں تو ہوئے اکراہ میں چلتے رہے

وقت کے صحرا میں نقشِ ِ پا ملا ، لیکن سبھی
ڈھونڈنے یوسف کو نکلے ، چاہ میں چلتے رہے

درد نے جب دیدۂ تر کو صدا، دی نیم شب
چاک دل رکھتے ہوئے ہر ماہ میں، چلتے رہے

آرزُو کی دھوپ میں جل کر ہوا تن خاک ، پر
ہم تو تیرے نام پر ہر گاہ میں، چلتے رہے

اک صدا آئی کہ رستہ ختم ہے، پھر بھی قدم
تشنہ لب رہ کر بھی کوہ و کاہ میں، چلتے رہے

جن کو دنیا نے کہا دیوانہ، تھے وہ ہوش مند
عقل والے جادۂ گمراہ میں، چلتے رہے

تھا سلوکِ دل کا لمبا فاصلہ ، کب طے ہوا
بادشہ دل کے تھے اپنی جاہ میں، چلتے رہے

وصل کے لمحے ملے طارق ، ملا کچھ ہجر بھی
کیفیت بدلی مگر ہر راہ میں، چلتے رہے

غزل

خوب ہے دِل جو اسی نام پہ قربان ہوا
وہی دلبر ہے ازل سے جو مری جان ہوا

عشق کر بیٹھا ہوں اس سے جو مرا مالک ہے
لوگ کہتے ہیں کوئی مجھ سا بھی نادان ہوا

راستے دُور مگر اُس سے ہے رشتہ قائم
میں تو کچھ دیر کو دنیا کا ہوں مہمان ہوا

جُستجو اُس کی جو کی ، پایا ہے اُس کو میں نے
خود کو کھو کر ہی تو وہ اب مری پہچان ہوا

ذِکر سے اُس کے بھرے لب تو ہے مہکا گلشن
وہ جو گویا ہوا ، کامل مرا ایمان ہوا

پھُول خُوشبو سبھی مظہر تو اسی ذات کے ہیں
دیکھ کر اُس کا چمن ہر کوئی حیران ہوا

جب نظر اُس پہ گئی اپنا تعارف بھولا
اس کے ہونے سے مِرے ہونے کا امکان ہوا

دِل کے صحرا میں وہی نقطۂ انوار بنا
ہر طرف اُس کا ہی پرتو ، وہی جانان ہوا

میں جو مٹ کر بھی رہا اُس کا کرم تھا طارقؔ
مر کے جینا تھا جو پورا مرا ارمان ہوا

غزل

دِل کے دَر پر کوئی دستک ، نہ صدا ہوتی ہے
مُڑ کے آہٹ پہ جو دیکھیں تو ہوا ہوتی ہے

رات بھر چاند رہا دور ، دکھائی تو دیا
چل دیا صبح کو یہ بھی تو سزا ہوتی ہے

کوئی خوشبو ہے جو آتی ہے تِری باتوں سے
ورنہ گلشن کی تو خاموش فضا ہوتی ہے

گھوم پھر کر ترے رستے پہ پلٹ آتے ہیں
یاد تیری سبھی یادوں سے جدا ہوتی ہے

ہم نے کیوں سوچا کہ خوابوں سے ہی پائیں گے نجات
نیند آتی ہی نہیں ، لب پہ دُعا ہوتی ہے

طارقؔ اب تُو ہی بتا کیسے بھُلائیں اُس کو
جس کے چہرے کی جھلک قبلہ نما ہوتی ہے

غزل

شان دکھلائے خدا جو ہر گھڑی ، اپنی جگہ
پھر بھلا کیسے رہے گا آدمی ، اپنی جگہ

زندگی بھر کی تپش میں ڈھل کے جو چمکی ، ڈھلی
روشنی بھی رکھ گئی ہے ، تیرگی ، اپنی جگہ

چاند ڈوبا، شب گئی، دل مطمئن پھر بھی نہیں
یاد کی لَو صبح دم آ کر جلی ، اپنی جگہ

خواب کہتا ہے کہ ممکن ہی نہیں منزل ملے
ہوش کہتا ہے بنا لوں اُس گلی ، اپنی جگہ

وقت ظالم، فیصلہ کر دے فراقِ یار کا
ہجر کا غم ، وصل کی بھی ہو خوشی ، اپنی جگہ

ہاتھ خالی ہیں مگر جذبوں کا عالم دیکھیے
موڑ دیں گے رُخ وہ لائیں گے نَدی ، اپنی جگہ

تیرے ہونے سے مرے دل کو سکوں آیا ضرور
پھر بھی بے چینی کوئی طارقؔ رہی ، اپنی جگہ

غزل

دل کی وادی میں اتر کر نُور نے یہ کہہ دیا
عشق آخر کھولتا ہے تیرگی کی ہر گرہ

جب تجلّی نے پکارا، دل نے راہِ شوق لی
روح اتری ، زندگی نے سانس سینے میں بھرا

چشمِ باطن جب کھُلی، اَسرار خود ظاہر ہوئے
ہر جھلک میں لطفِ یکتا ، ہر نظر جلوہ نیا

راستہ جب مُڑ کے دیکھا، میں نہ تھا، رستہ نہ تھا
سانس پر اپنی حقیقت، اک وہی مشہود تھا

رِیت رِیتا ، لمسِ جاناں کی خبر پانا تو ہے
فیض آیا دل پہ یوں آہستہ سے جیسے صبا

ذکر کے موتی کھنکتے ہیں سکوتِ دل کے بیچ
چاندنی میں مست ہو کر جھومتی ہے جب ہوا

وصل کی صبحِ درخشاں نے کہا اِصرار سے
جس میں طارقؔ گم ہوا ،اُس شام تھا وہ گھر بنا

❀❀❀

غزل

ابر سے ہو بارشوں کی برق رفتاری کی راہ
چل پڑے ، گرچہ نہیں تھی ، نازبرداری کی راہ

جب ہَوا نے نام پھر سرگوشیوں میں لے دیا
لَوٹ آئی دردِ دِل کی ٹیس ، بیماری کی راہ

کچھ تجلّی ، پھر محبّت کا نشہ بھی ساتھ تھا
اُس گلی تک لے گئی تھی نیم بیداری کی راہ

رقص کرتی روشنی تھی یا جلا تھا دل کا دیپ
منکشف ہونے لگی اَسرارِ درباری کی راہ

عشق کا دریا نہ رہنے دیں گُماں کی خشکیاں
خوش ہوا دیکھی جو اس کی شیریں گفتاری کی راہ

خلوتِ جاں میں اُترتی ہے صدائے دلبری
اپنی جانب پھر بلاتی ہے طلبگاری کی راہ

کچھ وہ اندر بول اُٹھتی ذات کی پُرسوز لَے
کچھ نظر کی خامشی بنتی ہے ہُشیاری کی راہ

جس گھڑی اس نے تکلّم سے نوازا میرا دل
دیر تک دھڑکا ، کھُلی جو اس کی گفتاری کی راہ

وصل کی آہٹ ہوئی تو ہو گئے سب دُکھ فرار
یاد پھر کس کو رہی تھی ہجر کی ماری کی راہ

میں نے جانا عشق ہی تفسیرِ ہستی ہے تمام
جُڑ گئی تقدیر سے طارقؔ ملنساری کی راہ

❀❀❀

اس غزل پر
ڈاکٹر عامر خان صاحب کا تبصرہ
ڈاکٹر صاحب اب یہ غزل کہہ کر آپ کے لئے بہت مشکل ہو گئی
ہے یہ بہت ہی اعلیٰ ترین معیار کی شعریت سے بھرپور غزل ہے

عارفانہ نکات کو ایسے الفاظ کا پیرہن دینا امر محال اور معجزہ ہے
ہم بہر حال دوبارہ معجزات کی امید رکھیں گے۔۔۔
خاص کیفیت میں کہی گئی خاص الخاص غزل۔۔۔
اللہ کرے زور قلم اور زیادہ

غزل

ہوا میں پھیلی ، سنی ہے کسی کی آہ و فغاں
زمانہ چپ ہے مگر دل میں ایک شور نہاں

قدم قدم پہ بکھرتے ہیں اجنبی سے نشاں
تو کون راہ میں رکھتا ہمارے نقشِ رواں

نہ جانے کب سے مری ذات ایک صحرا ہے
کہ ساتھ میرے سفر کا فقط رہے ساماں

میں اپنے آپ سے باہر نکل کے دیکھوں اگر
ہر ایک چہرے کے پیچھے ملیں دبی خوشیاں

دبے تھے خواب جو سینے میں اب اُبھرنے لگے
ہے خامشی کی فصیلوں میں دی کسی نے اذاں

نظر کو دیکھ کے دل میں اٹھی سحر کی لو
یہ کون صبح سے پہلے ہوا ہے رنگ فشاں

کبھی تو شام کے پردوں سے صبح جھانکے گی
یہی یقین رکھا ، روشنی کا ہے امکاں

لہو سے لکھتے رہے خوابِ نو کی تحریریں
اندھیروں کو بھی تو ملنا ہے ایک دن عرفاں

ہوا کے سنگ چلو، اب نیا زمانہ ہے
ہر ایک راہ پہ طارقؔ دِکھے رُخِ جاناں

❁❁❁

غزل

دل میں اک احساسِ ہستی کی جھلک باقی رہی
پردۂ عرفاں کی اک نوری رَمَق باقی رہی

چھوڑ دی دنیا تو کب سے، باندھ کے رختِ سفر
پَر طلب کی موج دل میں ، اب تلک باقی رہی

جذب کی آہٹ نے چھڑوا دیں پرانی خواہشیں
دل کے اندر ہجر کی تھوڑی کسک باقی رہی

بادِ پرہیزاں چلی، رستہ بھی بے انداز تھا
پر سفر میں قربِ یاراں کی دھڑک باقی رہی

حرص نے سب پیار کے جذبوں کو ٹھنڈا کر دیا
زندگی کی ایک چنگاری ، دہک باقی رہی

جب طلسمِ ذات میں گم ہو کے لوٹے شام کو
روح کے صحرا میں اک ٹھنڈی سڑک باقی رہی

سوزِ مے خانہ ملا جب آستاں کے باب سے
ہوش کی راہوں میں اک ہلکی کھنک باقی رہی

لب پہ ذکرِ دوست آیا تو کھلا پھر بھید یہ
چشمِ تر میں اس کے جلووں کی سِسَک باقی رہی

سر ، نیازِ عاشقی میں خاک پر جھک کر گِرا
ہر جھکاؤ میں بھی کیسی ہے دمک باقی رہی

راہبر وہ مل گیا جس کی جبیں پر نور تھا
ہر قدم ، ہر موڑ پر اُس کی چمک باقی رہی

گل کی خوشبو تھی چمن میں ، ہم وہاں گزرے جو کل
ہر نَفَس میں اپنے طارقؔ اک مہک باقی رہی

مصرعِ طرح پر غزل

عشق کرتے ہو تو پھر عشق کا اعلان کرو

پورا شعر:

عشق کچھ اور نہیں سنتِ مجنوں ھے کمالؔ
عشق کرتے ہو تو پھر عشق کا اعلان کرو
(احمد کمال حشمی)

شُکر کرنے پہ خدا کا ، نہ کبھی مان کرو
سب عطا اس کی ہے ، تم کاہے کا احسان کرو

دل کے صحرا میں ازل سے جو صدا گونجی ہے
اس کو پہچانو، اُسی نُور کا وجدان کرو

جسم کی حد سے نکل جاؤ ، سمجھ جاؤ گے پھر
عشق کیا شے ہے، ذرا سوچ کے پیمان کرو

جو ملا ہے وہ اُسی ذاتِ ازل کی ہے عطا
شکر کے ساتھ ہر اک سانس کو قربان کرو

عارفِ وقت نے جو نقشِ حقیقت لکھا
جان کر اُس کو اُسے نفس کا نگران کرو

نفس جھک جائے تو پھر روح اُبھر آتی ہے
کارِ دل میں اسے تسلیم کا سلطان کرو

ہر طرف اُس کا ہی جلوہ ہے اگر دِل جاگے
دل کے آئینے کو ہی پردۂ عرفان کرو

دیکھو اک قطرہ ، سمندر کا امیں ہوتا ہے
کیسے اس راز سے تم خود کو ہو انجان کرو

خود کو مٹنے دو ، اگر پانا فنا کا در ہے
پھر بقا پا کے اسی ذات پہ ایقان کرو

عشق کی راہ میں ہو جائے تمہیں جو بھی نصیب
عقل بھٹکائے، چُنا دل کا ہی فرمان کرو

راہِ الفت میں چلو تان کے سینہ طارقؔ
"عشق کرتے ہو تو پھر عشق کا اعلان کرو"

غزل

اُس نے جب اپنی طرف رستہ ہمارا کر دیا
خوبصورت خود ہی رستے کا نظارا کر دیا

آسماں تک وسعتیں تھیں، راستے تھے پُر خطر
رہنما دے کر مسافر کا سہارا کر دیا

پیاس کے صحرا میں جاتا تھا کوئی کوزہ بدست
راہ میں جھرنے کا تھا اُس نے اِجارا کر دیا

رات اندھیری میں گُم گَشتہ مسافر دیکھ کر
راہ دکھلانے کو ساتھی اک ستارا کر دیا

ساحلوں پر سر پٹخنا موج کا یہ کام تھا
ریگِ صحرا کو سمندر کا کنارا کر دیا

میں تو جاتا تھا فقط رستوں کی حد تک ، دشت نے
مجھ کو گھر کی سمت جانے کا اشارہ کر دیا

چلتے چلتے مر رہے تھے اور منزل دور تھی
اُس کی دی امید نے زندہ دوبارہ کر دیا

کارواں کی دھول میں طارقؔ نہ بھیگی آنکھ ، پھر
آسماں نے ابر کو پانی کا دھارا کر دیا

❁❁❁

غزل

دل کے صحرا سے جو نکلا ہوں میں تنہا ہو گیا
اجنبی سا آئنے میں اپنا چہرہ ہو گیا

صبح امّیدوں کی ، غم کی دھوپ میں ڈوبی رہی
ابر آیا سامنے سورج کے ، سایہ ہو گیا

خواب بکھرے تھے مگر تعبیر اپنے ہاتھ تھی
گھر بنا کر ریت پر ، ساحل شناسا ہو گیا

راہ کے ہر موڑ پر امید کا تھا سنگِ میل
جلد اب منزل ملے گی ، آسرا سا ہو گیا

لفظ کم تھے ، عرش تک پھر بھی رسائی ہو گئی
حرف معنی کی ہوا میں جیسے تارا ہو گیا

آگہی سے بھید دنیا کے سمجھ میں آ گئے
آنکھ کے پردے اٹھے یوں سب اجالا ہو گیا

ہجر جب آیا ، وصالِ یار کی امّید تھی
زخم دینے والا ہم کو ہاتھ پیارا ہو گیا

خود سے باتیں کیں تو جانا پوری دنیا ساتھ ہے
کائناتِ درد میں جب میں اکیلا ہو گیا

جس کو ڈھونڈا تھا زمانے میں اسے پایا یہاں
آئنہ میں عکسِ دل دیکھا اسی کا ہو گیا

عشق کب طارقؔ زمانے میں ہوا ہے سجدہ ریز
زخمِ دل پر جب رکھا مرہم مسیحا ہو گیا

غزل

احترام اس کا فرشتوں پہ بھی واجب نکلا
وہ جو اللہ کی تخلیق ، مناسب نکلا

اپنی تنہائی کا ہر گوشہ ٹٹولا میں نے
آئینہ ذات کا ، مجھ سے ہی مخاطب نکلا

سوچ کا رقص شبِ ہجر میں بڑھتا ہی گیا
وصل کا سوچا تو ہر شخص ہی راہب نکلا

میں نے لمحوں کو پرکھنے کی جسارت کی تھی
وقت ہر بار کسی اور کا طالب نکلا

جہدِ احساس نے جب حد سے گزر نا چاہا
راستہ پوچھتا ، رہبر ہی محاسب نکلا

میں نے الفاظ کے پَر باندھ کے اُڑنا چاہا
دل مگر حسن کی جانب ہی تھا راغب نکلا

رنگ میرے ہی تصوّر کے ، چرائے اُس نے
آسماں لے کے دھنک ، میرا ہی غاصب نکلا

ایک لمحہ تھا جو چُپ چاپ مری سنتا رہا
میں نے جب ساز کے سُر چھیڑے ، وہ غالب نکلا

میں نے طارقؔ کبھی دنیا سے گلہِ تو نہ کیا
نفس جب کھولا تو ہر زخم ہی کاتب نکلا

❀❀❀

غزل

عشق تیرا بولتا ہے ، محفلِ خاموش میں
نعرۂ تکبیر میں ڈھلتا ہے عزم و جوش میں

تیرے قدموں میں رکھا جب سر تو یہ عقدہ کھُلا
اک سکونِ روح پایا ہے تری آغوش میں

ذات کا سرِّ نہاں کھُلتا ہے , جلووں سے ترے
کوئی سرگوشی سنی ہم نے بھی اپنے گوش میں

آئینہ دل کا ہے تیرے عکس ہی سے باکمال
جس نے ظاہر میں تجھے دیکھا , رہے کب ہوش میں

نفس کی آواز سن کر یوں لگا پچھلے پہر
گیت کوئی گا رہا ہے جنّتُ الفردوس میں

ذکر کی لَے نے مجھے اپنی طرف کھینچا ہے یوں
جیسے دریا جا بسا ہو قلزمِ مدہوش میں

ہر طرف تو ہی نظر آیا، ہے اک آشفتہ ساز
نام میرا تُو نے ڈالا ہی نہیں نِردوش میں

چشمِ بینا نے جہاں دیکھا، تجھے دیکھا فقط
تیرا ہی تھا رنگ ہر اک مہ وشِ روپوش میں

اب سمجھ آیا ہے طارقؔ ، کیوں یہ اطمینان ہے
وہ ملا جب سے مجھے ، گزری مری *سنتوش میں

*سنتوش:خوشی،سکون

❀❀❀

غزل

چاندنی شب میں ، خوشی کی بات ہونی چاہیئے
دل کے پیاسے شہر میں برسات ہونی چاہیئے

خواب آنکھوں میں ہوں باقی اور ہو جائے سحَر
جاگتی پلکوں پہ پھر بھی رات ہونی چاہیئے

درد جب حد سے گزر جائے ، تو ہنستا ہے بشر
زخم کی صورت میں مرہم ساتھ ہونی چاہیئے

خاک ہونے کو ہی نکلے ہیں سفر پر آدمی
پیش کرنے کو کوئی سوغات ہونی چاہیئے

تیرگی ایسی ، شبِ دیجور کو بھی مات دے
دیدِ مہ کے واسطے اوقات ہونی چاہیئے

دست پھیلائے کوئی محتاج در پر آئے تو
دل سخی ہو جیب میں خیرات ہو نی چاہیئے

شہر الفت میں دھڑکنا چھوڑ دے گر دل کہیں
پھر چلانے کو اسے اک ذات ہونی چاہیئے

سوچ صحرا ہے تو آنکھوں کو سمندر جان کر
ہر نظر ، گوہر کی بھی خیرات ہونی چاہیئے

وقت بدلے تو بدل جائے زمانے کی روش
دوستی پر خوگرِ اثبات ہونی چاہئیے

اپنے اندر تجھ کو طارقؔ جب سکوں مل جائے تو
عمر بھر کی بے کلی کو مات ہونی چاہئیے

غزل

مضطرب دل پر تمنّا کی کہانی، تو اُتار
آرزو یہ ، وصل کی شب ہو سہانی ، تو اتار

تیز آندھی ہے ، اٹا ہے راستہ بے شک مگر
گرد آنکھوں پر ہے جو اتنی پُرانی تو اُتار

عشق تھا کب قید میں ، اُس کو رہائی کس نے دی
آئینے میں عکس اپنے کی نشانی تو اُتار

وقت کا دھارا ہے عاقل ، یہ تجھے کیسے کہے
عشق میں آتش بھری یہ نوجوانی تو اتار

میں نے موسم کو بدلنے کی دعا دے کر کہا
اپنے لہجے میں وہ پہلی سی روانی تو اُتار

تیری محفل میں محبت کی وہ باتیں کیا ہوئیں
میری خاطر مائدہ پھر آسمانی تو اُتار

سب ستاروں کے جنم کا اِن پہ جب ہے انحصار
دل کی دیواروں پہ موجِ کہکشانی تو اُتار

تیری آہٹ نے بھی رک رک کر پکارا ہے مجھے
دل پہ جو احساس کی ہے یہ گرانی تو اُتار

رنج کا موسم جو لوٹے آخری پل غم نہ کر
مسکراہٹ سے وہ خوشبوئے جوانی تو اُتار

تیری آنکھوں میں ہے طارقؔ آسمانوں کی دھنک
اپنے ہونٹوں سے مگر شیریں بیانی تو اُتار

غزل

وہ ماں کے ہاتھ سے ملتی ، ملائی کی خوشبو
ہے یاد صحن میں تازہ لپائی کی خوشبو

سنہری فصل جو گندم کی ہوتی تھی تیّار
تو پھیل جاتی تھی اس کی کٹائی کی خوشبو

قریب آٹے کی چکی بھی ایک ہوتی تھی
جہاں پہ گیہوں کی آتی ، پسائی کی خوشبو

وہ مائی پھتّی ، وہاں دانے بھونا کرتی تھی
ہے یاد آج بھی اس کی بھُنائی کی خوشبو

کبھی وہ آنکھ میں بستی، کبھی وہ خوابوں میں
رچی وجود میں میرے ، رضائی کی خوشبو

زمیں پہ اتری ہو جیسے دعا کے ہاتھوں پر
حلال رزق کی طارقؔ کمائی کی خوشبو

غزل

کسی سے آئے اگر پارسائی کی خوشبو
تو دل کو کھینچ لے جلوہ نمائی کی خوشبو

ہزار رُوحیں گئیں خاکِ راہ میں پھر بھی
بچا کے رکھ لی مری آشنائی کی خوشبو

تماشہ دہر کا دیکھا مگر کہیں پر بھی
ملی نہ گمشدہ دل کی رہائی کی خوشبو

تو جب قریب ہے، محسوس ہوتی ہے دل میں
کسی الٰہی نفس کی خدائی کی خوشبو

ترے تصورِ پاکیزہ میں ہے رنگِ فنا
کہ جس میں مل گئی اپنی، جدائی کی خوشبو

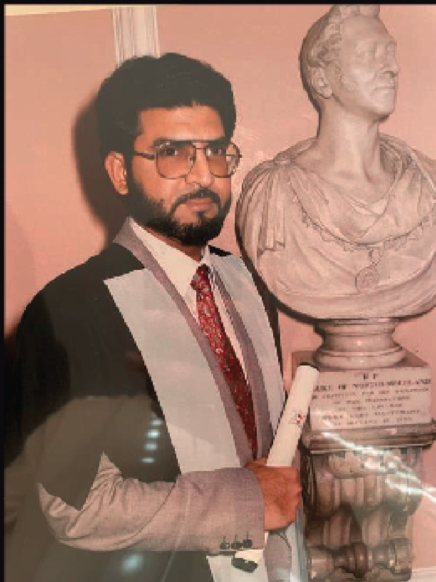
وصال آنکھوں میں سویا کہ ہجر جاگا ہے
کہ آ رہی ہے تری رہنمائی کی خوشبو

لبوں پہ نام جو طارقؔ ، خدا کا آ جائے
مہک اٹھے مرے دل کی صفائی کی خوشبو

❀❀❀

اختتام

ڈاکٹر طارق انور باجوہ۔ ایف آر سی ایس کی ڈگری لینے کے بعد رائل کالج آف سرجنز آئرلینڈ ڈبلن۔ نومبر ۱۹۹۲



ڈاکٹر طارق انور باجوہ ضلع لائلپور (حال فیصل آباد) کے ایک گاؤں میں پیدا ہونے کے چندماہ بعد ہی اپنے والدین کے ساتھ کنری (سندھ) آگئے۔ ابتدائی تعلیم کے بعد 1970 میں کیڈٹ کالج حسن ابدال چلے گئے جہاں سے 1975 میں ایف ایس سی کیا۔ 1982 میں لیاقت میڈیکل کالج سے ایم بی بی ایس کے بعد پاکستان فوج میں شمولیت کی۔ 1990 میں میجر کے عہدے سے استعفیٰ دے کر لندن آگئے۔ یہاں سے سرجری کی ڈگری ایف آر سی ایس لینے کے بعد تین سال کے لئے وقف کر کے تنزانیہ، مشرقی افریقہ میں بطور ڈاکٹر کام کیا۔ واپس آکر جنرل پریکٹس کا شعبہ اختیار کیا۔ مسلم ٹیلیوژن احمدیہ پر ۱۳ سال بطور اردو نیوز پروڈیوسر اور نیوز پریزنٹر کام کیا۔ آج کل ریڈیو وائس آف اسلام یو کے سے منسلک ہیں۔ باقاعدہ شاعری کا آغاز جون سنہ 2020 سے کیا۔ اس سے قبل ان کے درج ذیل مجموعہ ہائے کلام شائع ہو چکے ہیں۔

1۔ لبِ لباب 2۔ چاکِ دامانِ جنوں 3۔ ہم قدم، دم بدم 4۔ در آئینہ صفِ دوستاں

5۔ نصیبِ چارہ گری 6۔ بازگشت 7۔ چیتم بن من عونا 8۔ روزنِ خانۂ دل

9۔ سرنامۂ نور 10۔ دربارِ خلافت میں نذرانۂ عقیدت و محبت ۱۱۔ ایک اور ایک گیارہ ۱۲۔ برشگالِ نور

۱۳۔ گمان سے یقین تک ۱۴۔ رنگِ وفا دیکھو تو ۱۵۔ آئینہ ابرار کا ۱۶۔ سخن سمندر ۱۷۔ منتِ کشِ دعا

۱۸۔ دھنک اجالے ۱۹۔ پُر نور ہو سویرا ۲۰۔ ثباتِ رنگ